نماز جنازہ کے بعد دُعا مانگنا

قراۃ الفاتحہ فی صلوۃ الجنازہ

قراۃ الفاتحہ فی صلوۃ الجنازہ
قراۃ الفاتحہ فی صلوۃ الجنازہ

مصنف

شیخ الحدیث والتفسیر حضرت علامہ

مفتی محمد فیض احمد اویسی مدظلہ العالی

باھتمام

حضرت علامہ سید حمزہ علی قادری مدظلہ

ناشر

عطاری پبلشرز

کمرہ نمبر 501 پانچویں منزل
[illegible] کراچی

مبسملا و محمدلا و مصليا و مسلما علی سیّد المرسلین

پیش لفظ

اما بعد! غیر مقلدین کو جب سے گوری سرکار نے گلے لگایا اس وقت سے احناف کے ہر مسئلہ میں اُلٹی سیدھی مار رہے ہیں اگرچہ ہر موقعہ پر منہ دِکھانے کے قابل نہیں رہتے لیکن اپنے آقا کو منہ دکھانے کیلئے ہاتھ پاؤں مارتے رہتے ہیں۔ مسائل فقہ میں نمازِ جنازہ میں ہر طرح سے اختلاف کھڑا کیا۔ الحمدللہ فقیر نے ان کے ہر حربہ کو ناکام بنایا۔ اپنے اس رسالہ میں نمازِ جنازہ میں سورۃ الفاتحہ پڑھنا سرفہرست ہے۔ فقیر نے قرآن و احادیث کی روشنی میں ان کے ہر دعویٰ کو غلط ثابت کیا ہے۔

وما توفیقی الا باللہ العلی العظیم و صلی اللہ تعالیٰ حبیبہ الکریم و علیٰ آلہٖ و اصحابہٖ اجمعین

مدینے کا بھکاری الفقیر القادری

ابوالصالح محمد فیض احمد اُویسی رضوی غفرلہٗ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہٗ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

اما بعد! نمازِ جنازہ اور اس کا طریقہ و دعائیں احناف کے مسلک کی عوام میں مشہور و معروف اور عین سنت کے مطابق ہیں لیکن غیر مقلدین عوام کو گمراہ کرتے ہوئے احناف کے طریقہ اور دعاؤں کے بعض الفاظ بدعت کہہ ڈالتے ہیں اور اپنے خودساختہ طریقہ کو سنت بتاتے ہیں۔ فقیر اس مختصر رسالہ میں طریقہ احناف کو احادیث صحیحہ سے ثابت کر کے غیر مقلدین کے طریقہ کو خلاف سنت ثابت کرے گا اور ضمناً ان کے اعتراضات کے جوابات بھی لکھے گا۔ (اِن شاءاللہ تعالیٰ)

مقدمہ

ہمارے نزدیک نمازِ جنازہ فرضِ کفایہ ہے اور نماز جنازہ میں قیام اور چار تکبیریں فرض ہیں اور یہ فرضیت ثابت ہوتی ہے۔ تکبیر اولیٰ کے بعد ثناء شریف اور دوسری تکبیر کے بعد دُرود شریف اور تیسری تکبیر کے بعد میت کیلئے دعاء مستحب کے درجہ میں ہے۔ اگر میت نابالغ کی ہو تو دعا حاضرین جنازہ اپنے لئے کریں گے۔ یہ بھی صرف استحباب کے درجہ میں ہے۔قیام اور چار تکبیر کے علاوہ کوئی چیز جنازہ میں فرض یا واجب یا سنتِ مؤکدہ نہیں ہے۔ جنازہ میں الحمد وضم سورہ یعنی قرأت نہیں ہے یہ غیر مقلدین کا خودساختہ مسئلہ ہے اگر کسی روایت میں فاتحہ کا ذکر ہے تو اس سے بھی دعاء مراد ہے۔ آنے والے مضامین میں اس کی وضاحت ہوگی۔ (اِن شاءاللہ تعالیٰ)

نمازِ جنازہ میں فاتحہ نہ پڑھنے کی احادیثِ مبارکہ

حضور سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے افعال واقوال کے اعلیٰ اور صحیح ترجمان آپ کے صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے بڑھ کر اور کون ہوسکتے ہیں۔ان حضرات سے وضاحت ملاحظہ ہو:۔

۱ ......حضرت نافع رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں:

ان عبد اللہ بن عمر کان لا یقرأ فی الصلاۃ علی الجنازۃ (مؤطا امام مالک)

یعنی حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ جنازہ کی نماز میں قرأت (فاتحہ وسورت کی) نہیں کرتے تھے۔

انتباہ......حضرت ابن عمر رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سنت کی اتباع میں بہت سخت تھے وہ جنازہ میں قرأت کے قائل نہیں ہیں۔ جس سے معلوم ہوا کہ اگر جنازہ میں قرأت لازم ہوتی تو جناب عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہرگز ترک نہ فرماتے۔

۲ ......سیّدنا ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے سوال کیا گیا کہ آپ جنازہ کی نماز کس طرح (یعنی اس میں کیا کیا پڑھتے) ہیں؟ آپ نے فرمایا مجھے اللہ کی بقا کی قسم میں بتاتا ہوں۔

اخبرک اتبعھا من اھلھا فاذا وضعت کبرت وحمدت اللہ وصلیت علیٰ نبیہ ثم اقول اللھم......

میں جنازہ کیلئے جاتا ہوں، جب جنازہ رکھا جاتا ہے۔ میں (نمازِ جنازہ کی) تکبیر کہتا ہوں اور اللہ کی ثناء پڑھتا ہوں (پھر تکبیر کہتا ہوں) اور نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر دُرود پڑھتا ہوں (پھر تکبیر کے بعد) میت کیلئے دعا کرتا ہوں اللھم......

(جلاء الافہام ومؤطا امام مالک، ج ا ص ۲۰۹)

فائدہ......علامہ زرقانی شرح مؤطا میں اس حدیثِ پاک کی شرح فرماتے ہیں، فیہ انہ لم یکن یری القرأۃ فی صلاتھا یعنی اس سے ثابت ہے کہ ابوہریرہ نمازِ جنازہ میں قرأت کو لازم نہیں سمجھتے تھے۔ اسی پر ہمارا عمل ہے اور یہی حق ہے۔

مسئلہ...... آثار امام محمد رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے حضرت ابراہیم نخعی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے تصریح ہے کہ

اولی علی الثناء علی اللہ والثانیۃ صلوۃ علی النبی ﷺ والثالثہ دعا للمیت والرابعۃ سلم

پہلی تکبیر کے بعد ثناء دوسری تکبیر کے بعد دُرود شریف تیسری کے بعد دعا چوتھی کے بعد سلام پھیرنا ہے۔

(ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بھی یہی ترتیب ملتی ہے)۔ (فتح القدیر)

انتباہ...... نمازِ جنازہ کی ترتیب مذکور پر اُمت کا اجماع ہوگیا اور سابق میں سوائے روافض کے ان چار تکبیروں پر سب کو اتفاق رہا اور وہی ثناء دُرود اور دعا' تمام اُمت پڑھتی چلی آئی۔ غیر مقلدین نے حسبِ عادت اس مسئلہ میں بھی روڑا اٹکایا۔ نئی بدعات نکال کر سنت سے ثابت شدہ دعاؤں کو بدعت اور اپنی ایجاد بندہ (فاتحہ و قراۃ سورۃ) کو واجب اور ضروری قرار دے دیا' جو دراصل یہی بدعت ہے جسے یہ لوگ سنت سمجھتے ہیں حالانکہ حقیقت یہی ہے کہ جنازہ کی نماز میں کسی خاص دعاء یا خاص ثناء یا خاص دُرود کا پڑھنا ضروری نہیں ہے۔ کیونکہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان کی تخصیص یا تعین نہیں فرمائی۔

۳...... امام ابن ابی شیبہ اپنی تصنیف میں روایت فرماتے ہیں:۔

عن جابر قال ماباح لنا رسول اللہ ﷺ ولا ابو بکر ولا عمر فی الصلوۃ علی المیت بشیٔ

حضرت جابر روایت کرتے ہیں کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے نمازِ جنازہ میں پڑھنے کیلئے کسی چیز کو مقرر و معین نہیں فرمایا

اور نہ حضرت ابو بکر نے اور نہ حضرت عمر نے ایسا کیا ہے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ، ج ۳ ص ۱۱۰)

فائدہ...... اس حدیث مرفوع سے ثابت ہوگیا کہ نمازِ جنازہ میں مقرر و معین کر کے کسی چیز کا پڑھنا یعنی تعین کا التزام کر کے پڑھنا جائز نہیں ہے۔ جس کا مفاد یہ ہے کہ کوئی ثناء کوئی سا دُرود کوئی سی دعاء پڑھ لی جائے نمازِ جنازہ ہو جائے گی۔

مسئلہ...... قرآن کریم کی کسی سورت کو بطورِ قراۃ پڑھنا بھی منع ہے۔ ملاحظہ ہو:۔

٤...... حافظ علی بن ابی بکر ہیثمی (متوفی ۸۰۷ھ) فرماتے ہیں:۔

عن عبد اللہ بن مسعود قال لم یوقت لنا فی الصلاۃ علی المیت قرأۃ ولا قول الخ

ابن مسعود فرماتے ہیں کہ ہمارے لئے نمازِ جنازہ میں نہ قرآن پڑھنے کو مقرر کیا گیا ہے اور نہ کسی اور قول کو (الخ)

(رواہ احمد و رجالہ رجال الصحیح مجمع الزوائد، ج ۳ ص ۳۲)

۵......

عن ابن المنهال قال سألت ابا العاليه عن القرأة فی الصلاة علی الجنازة الفاتحة الكتاب

فقال ما كنت احسب ان فاتحة الكتاب تقرأ الا فی الصلاة فيها ركوع و سجود

ابوالمنہال بیان کرتے ہیں کہ میں نے ابوالعالیہ سے نماز جنازہ میں سورۂ فاتحہ کے پڑھنے کے بارے میں دریافت کیا تو انہوں نے کہا کہ میرے خیال میں سورۂ فاتحہ صرف ایسی نماز میں پڑھی جائے جس میں رکوع وسجود ہوں۔ (مصنف ابن ابی شیبہ، ج۳ص۲۹۹)

۶......

عن سعيد بن ابی برده عن البيه قال قال له رجل اقرأ علی الجنازة بفاتحة الكتاب قال لا تقراء

سعید بن ابی بردہ بیان کرتے ہیں کہ ابو بردہ سے کسی شخص نے جنازہ میں سورۂ فاتحہ پڑھنے کی اجازت چاہی

تو انہوں نے فرمایا مت پڑھو۔ (مصنف ابن ابی شیبہ، ج۳ص۲۹۹)

۷......

روی عن عبد الرحمٰن بن عوف و ابن عمر رضی الله عنهما قالا ليس فيها قرأة شئ من القرآن الخ

اسی طرح حضرت عبدالرحمٰن بن عوف اور حضرت عمر سے مروی ہے کہ

انہوں نے فرمایا، نماز جنازہ میں قرآن کی سورت یا آیت کا پڑھنا نہیں ہے۔ (ابن ابی شیبہ)

۸......

عن نافع ان ابن عمر كان لا يقرأ فی الصلاة علی الميت

یعنی عبداللہ بن عمر نماز جنازہ میں قراۃ نہیں کرتے تھے (یعنی قرآن کا کوئی حصہ نہیں پڑھتے تھے)۔

(مصنف ابن ابی شیبہ، ج۴ص۱۱۳۔ محلی ابن حزم، ج۵ص۱۳۱)

۹......

عن فضالة بن عبيد الله سئل القرأ فی جنازه بشئ من القرآن قال له (محلی، ج۵ص۱۳۱)

حضرت فضالہ بن عبیداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے سوال کیا ہوا کہ کیا نماز جنازہ میں قرآن کی کوئی سورت پڑھی جائے

تو فرمایا نہیں نہ پڑھی جائے۔

فائدہ......ان روایات سے آفتاب نیم روز کی طرح ثابت وواضح ہے کہ نماز جنازہ میں صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم قرآن کریم کے پڑھنے سے عموماً اور سورۂ فاتحہ کے پڑھنے سے خصوصاً انکار کرتے اور منع فرماتے تھے۔ ان حوالہ جات میں ایک دو حوالہ خود وہابیہ کے مسلم امام ابن حزم ظاہری کے بھی نقل کردیئے ہیں۔ ہم نے اختصار کو ملحوظ رکھتے ہوئے صرف چند روایات پیش کی ہیں۔ ورنہ روایات مزید پیش کی جاسکتی ہیں۔ شائقین فقیر کا رسالہ حنفی نماز جنازہ پڑھیں۔

سوالات و جوابات

اس میں غیر مقلدین کے دلائل کے جوابات عرض کرونگا۔ یاد رہے کہ غیر مقلدین کے نزدیک سورۂ فاتحہ کا بطورِ قراٰۃ جنازہ میں پڑھنا اور با آواز بلند نماز جنازہ پڑھنا واجب اور ضروری ہے۔ سورۂ فاتحہ نمازِ جنازہ کے متعلق ہم اپنے دلائل پیش کر چکے ہیں۔ اب غیر مقلدین وہابیہ کے دلائل نقل کر کے ان کے جوابات اور ان کی پیش کردہ روایات کا ضعف و مروح ہونا ثابت کیا جائیگا۔ (ان شاء اللہ تعالیٰ)

غلط مسئلہ اور بدعت...... غیر مقلدین کے نزدیک نمازِ جنازہ میں سورۂ فاتحہ وضم سورۃ ضروری اور واجب ہے یعنی فاتحہ کا پڑھنا فرض ورکن ہے اور ضم سورۃ واجب ہے۔ ان کے دلائل مع جواباتِ اُویسی ملاحظہ ہوں:۔

سوال...... بخاری و مسلم میں حضور کا ارشاد ہے:

لا صلوٰۃ الا بفاتحۃ الکتاب یا لا صلاۃ لمن لم یقرأ بفاتحۃ الکتاب

سورۂ فاتحہ کے بغیر نماز نہیں ہوتی اور لفظ صلاۃ مطلق ہے جو نمازِ جنازہ کو بھی شامل ہے۔

جوابات ۱ ...... یہاں صلاۃ سے ایسی نماز مراد ہے جو رکوع و سجود والی ہو خواہ فرض ہو یا نفل، سنت ہو یا واجب۔ جنازہ اگرچہ فرض ہے مگر فرضِ کفایہ ہے۔ عین فرضِ عین نہیں پھر رکوع و سجود سے خالی ہے۔

۲...... یہ حدیث خبرِ واحد ہے جس سے فرضیت یا رکنیت ثابت نہیں ہو سکتی۔

۳...... یہ مطلق ہے اور قاعدہ ہے المطلق اذا اطلق یراد بہ الرفد الکامل (کتب اصول فقہ) جب مطلق کو مطلق بولا جائے تو مراد فرد کامل ہوتا ہے اور صلاۃ کا فرد کامل رکوع و سجود والی نماز ہے' جنازہ نہیں کیونکہ اس میں رکوع ہے نہ سجدہ۔

٤...... یہ عام مخصوص عنہ البعض ہے۔ اس لحاظ سے بھی یہ ظنی ہے جس سے فرضیت یا رکنیت ثابت نہیں ہوتی۔

٥...... یہاں نماز سے مراد منفرد کی نماز ہے۔ مقتدی کی نہیں اور لا نفی کمال کا ہے نفی صحت کا نہیں ہے۔ اسکے مزید دلائل احناف و جوابات فقیر کے رسالہ فاتحہ خلف الامام کا مطالعہ کیجئے۔

سوال......بخاری میں ہے کہ ابن عباس نے نمازِ جنازہ میں سورۂ فاتحہ پڑھی اور فرمایا لتعلموا انها سنة تاکہ تم جان لوکہ یہ سنت ہے۔

جوابات ۱ ...... یہ حدیث ان کی دلیل نہیں بن سکتی کیونکہ ان کا دعویٰ ہے کہ سورۂ فاتحہ کا پڑھنا فرض و رکن ہے اور اس حدیث میں اس کو سنت کہا گیا ہے۔ عجیب طرفہ تماشہ ہے کہ دعویٰ فرضیت و رکنیت ہے اور دلیل میں وہ حدیث پیش کی جارہی ہے جس میں سنت ہونے کی صراحت ہے اور کیا یہ حدیث مذکورہ کی مخالفت نہیں ہے۔ ابن عباس تو فرماتے ہیں کہ یہ سنت ہے تم کہتے ہو سنت نہیں فرض یا رکن ہے اور علم المناظرہ کا قاعدہ ہے جب دلیل دعویٰ کے مطابق نہ ہو وہ دلیل قابل حجت نہیں۔

۲......اس حدیث میں لتعلموا کا اُسلوبِ کلام بتاتا ہے کہ جب حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے نمازِ جنازہ میں سورۂ فاتحہ پڑھی تو لوگوں نے اس کو ایک نیا کام اور نئی چیز سمجھ کر حیرت کا اظہار کیا جس کی وجہ سے ابن عباس کو اس کا جواب دینے کیلئے کہنا پڑا لتعلموا انها سنة اور یہاں سنت سے مراد سنتِ رسول نہیں بلکہ صرف ایک طریقہ ہے۔

لطیفہ......اس حدیث سے بالکل واضح ہے کہ صحابہ کرام علیہم الرضوان میں عام طور پر نمازِ جنازہ میں سورۂ فاتحہ پڑھنے کا طریقہ نہیں تھا۔ اگر یہ طریقہ عام ہوتا تو ابن عباس کو یہ کہنے کی ضرورت نہ پڑتی کہ لوگ جان لیں کہ یہ سنت ہے۔ ثابت ہوا کہ صحابہ کرام علیہم الرضوان میں سورۂ فاتحہ پڑھنے کا طریقہ ہرگز معمول بہ نہیں تھا۔ ورنہ لازم آئے گا کہ جن حضرات کی نمازِ جنازہ فاتحہ کے بغیر پڑھی گئیں وہ سب ضائع گئیں (معاذ اللہ) حالانکہ یہ تصور غلط ہے تو ثابت ہوا کہ فاتحہ نمازِ جنازہ میں پڑھنا فرض نہیں۔

۳...... یہاں لفظ سنت صریح نہیں ہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی سنت ہے۔ ہوسکتا ہے سنت سے صرف طریقہ مراد ہو اور قاعدہ مناظرہ مشہور ہے اذا جاء الاحتمال بطل الاستدلال جب دلیل میں احتمال آجائے اس سے استدلال باطل ہے۔ چونکہ اس حدیث میں احتمال ہے فلہذا قابل استدلال نہیں ہے مقلدین ان کے علاوہ اور کوئی دلیل پیش کریں۔

٤......جب صحابہ کرام علیہم الرضوان سے نمازِ جنازہ میں قرآن کا پڑھنا' سورۂ فاتحہ کا پڑھنا خصوصاً ممنوع ثابت ہوگیا تو اب سنتِ رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کیسے ہوسکتا ہے۔ منع پر ہماری پیش کردہ روایات میں جملہ بشیء من القرآن نکرہ ہے۔ پھر لم یوقت کے تحت قرأۃ نکرہ ہے عموم پر دلالت کرنے والے الفاظ ہیں، جن کی مراد یہ ہے کہ بشمول فاتحہ قرآن سے کچھ بھی پڑھنا منع ہے اور یہی ہماری مراد ہے۔

۵......ابن عباس کا یہ فعل بطورِ ثناء پڑھنے پر محمول کیا جائے گا' نہ کہ بطورِ قرأۃ پر۔ چنانچہ ہم بھی اس پر عمل کرتے ہیں۔

سوال......حضرت ابن عباس نے نمازِ جنازہ میں سورۂ فاتحہ بھی پڑھی اور ضم سورۃ بھی کیا ہے۔ (سنن کبریٰ)

جواب......فاتحہ کے متعلق جوابات گزر گئے ہیں۔ ضم سورۃ کا جواب یہ ہے کہ امام بیہقی فرماتے ہیں کہ اس روایت میں سورۃ کا تذکرہ غیر محفوظ ہے۔ کیونکہ یہ روایت ابراہیم بن سعد سے ہے اور وہ متکلم فیہ ہے۔ قال صالح حديثه عن الزهري ليس بذالك (تہذیب، ج ا ص ۱۰۶)

سوال......طبرانی کی ایک حدیث یہ پیش کی جاتی ہے کہ نمازِ جنازہ میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے با آوازِ بلند سورۂ فاتحہ پڑھی تھی۔ (مجمع الزوائد، ج ۳ ص ۳۳)

جواب......اس حدیث کی سند میں یحییٰ بن یزید بن عبدالملک نوفلی ہے اور مجمع الزوائد میں اس حدیث کے ساتھ ہی لکھا ہے کہ یہ راوی ضعیف ہے اور امام ذہبی لکھتے ہیں کہ یحییٰ بن یزید عبدالملک النوفلی المدنی عن ابيه قال ابو حاتم منكر الحديث لا ادری منه او من ابيه قال ابن عدی الضعف علی حديثه بين قلت و ابو مجمع علی ضعفه امام ذہبی نے میزان میں یحییٰ کے بارے میں نقل کیا ہے کہ امام ابو حاتم فرماتے ہیں کہ یہ راوی منکرِ حدیث ہے اور فرماتے ہیں نہ تو میں اس کی کسی حدیث کو جانتا ہوں اور نہ اس کے باپ کی اور امام ابن عدی فرماتے ہیں کہ اس کی حدیث میں ضعف ظاہر اور واضح ہے اور میرے نزدیک اس کے باپ کا ضعف اجماعی ہے۔ (میزان الاعتدال، ج ۴ ص ۴۱۴)

سوال......حضرت اسماء بنت یزید کی روایت میں ہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا تم نمازِ جنازہ پڑھو تو سورۂ فاتحہ پڑھو۔ (مجمع الزوائد، ج ۲ ص ۳۲)

جواب......اس حدیث کو نقل کرنے کے بعد مجمع الزوائد میں لکھا ہے کہ اس حدیث کا ایک راوی معلی بن حمران ہے جو مجہول ہے اور یہ امر واقعہ ہے کہ بندہ کو تقریب التہذیب، تہذیب التہذیب، میزان الاعتدال میں اسکا کوئی اتا پتا نہیں ملا، حالانکہ یہ اسماء الرجال کی معتبر ترین اور مستند ترین کتابیں ہیں جو مشہور عالم بھی ہیں اور اس روایت کی سند کے بعض دوسرے راوی بھی ضعیف و مجروح اور متکلم فیہ ہیں۔

سوال......ابن ماجہ شریف کی روایت میں ہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے نمازِ جنازہ میں سورۃ فاتحہ پڑھنے کا حکم فرمایا ہے۔ (ایضاً)

جوابات ۱...... یہ حدیث بھی قابلِ استدلال نہیں ہے کیونکہ غیر مقلدین کا دعویٰ فرضیت و رکنیت کا ہے اور یہ حدیث خبر واحد ہے۔ جس سے فرضیت یا رکنیت ثابت نہیں ہو سکتی۔ کیونکہ فرضیت و رکنیت کے ثبوت کیلئے ایسی دلیل ضروری ہے' جو قطعی الثبوت اور قطعی الدلالت ہو اور یہ حدیث خبر واحد ہونے کی وجہ سے قطعی الثبوت نہیں بلکہ ظنی الثبوت ہے۔

۲......اس حدیث کے راوی نا قابل اعتماد ہیں مثلاً اس حدیث کی سند میں ایک راوی حماد بن جعفر العبدی ہے۔ حافظ ابن حجر عسقلانی فرماتے ہیں، یہ لین الحدیث ہے یعنی ضعیف راوی ہے (تقریب التہذیب، ص ۴۵) اور امام ابن عدی اس کو منکر الحدیث قرار دیتے ہیں اور لکھتے ہیں کہ واوردلہ حدیثین اخرج احدھما ابن ماجہ و لیس لہ عندہ غیرہ وھو فی القرأۃ علی الجنائز بام القرآن (الیٰ ان قال) قلت و قال الا زدی نسب الی الضعف الخ (تہذیب التہذیب، ص ۳۶) یعنی حماد کے متعلق ابن عدی نے کہا کہ وہ منکرِ حدیث ہے اور ابن ماجہ میں اس کی ایک حدیث لائے ہیں جو جنازہ میں سورۃ فاتحہ کے بارے میں ہے۔ امام ازدی فرماتے ہیں کہ یہ راوی ضعف کی طرف منسوب ہے وقال ابن عدی منکر الحدیث اجدلہ یہ منکر الحدیث ہے۔ دو حدیثوں کے سوا میں نے اس کی کوئی حدیث نہیں پائی۔ (میزان الاعتدال، ج ۱ ص ۵۸۹) اس حدیث کا ایک راوی شہر بن حوشب ہے۔ اس کا حال بھی نا قابل اعتماد ہے۔

☆ قال ابو حاتم ولا یجتج بہ ابو حاتم نے کہا اس سے احتجاج جائز نہیں ہے۔ امام ابن عون نے کہا کہ (ان شھراً ترکوۃ) یعنی محدثین نے شہر کو چھوڑ رکھا تھا۔

☆ و قال النسائی و ابن عدی لیس بالقوی امام نسائی اور امام ابن عدی نے کہا وہ قوی نہیں ہے۔

☆ یحییٰ بن بکیر نے کہا کہ میرے باپ نے مجھے بتایا کہ شہر نے بیت المال پر ٹیکے دوران چند درم کی تھیلی چرائی تھی۔

☆ امام یحییٰ ابن سعید شہر کی حدیث بیان نہیں کرتے تھے۔

☆ شعبہ نے شہر کو ترک کر دیا تھا۔

☆ ابن عدی نے کہا کہ شہر سے احتجاج درست نہیں ہے اور اسکی حدیث کو قبول نہیں کیا جاتا۔ (میزان الاعتدال، ج ۱ ص ۲۸۳،۲۸۲)

☆ امام ابن حجر عسقلانی فرماتے ہیں کہ قال النضر ترکوہ ای طعنوا فیہ امام نضر کہتے ہیں کہ محدثین نے شہر کو ترک کر دیا تھا یعنی وہ اس کو مطعون قرار دیتے تھے۔

☆ وقال شبالبتہ عن شعبتہ ونقد شھرا فلم اعتدبہ یعنی امام شبالبہ امام شعبہ سے نقل کرتے ہیں کہ انہوں نے کہا کہ میں شہر کا اعتبار نہیں کرتا۔

☆ و قال عمرو بن علی ما کان یحییٰ یحدث عنه یعنی عمر بن علی نے کہا کہ امام یحییٰ اس سے حدیث روایت نہیں کرتے تھے۔

☆ و قال موسیٰ بن ہارون ضعیف موسیٰ بن ہارون نے کہا کہ شہر ضعیف ہے۔

☆ امام نسائی نے فرمایا، یہ قوی نہیں ہے۔

☆ و قال ابو حاتم لایحتج به و قال الساجی فیه ضعف ولیس بالحافظ وکان شعبة یشهد علیه انه رافق رجلا من اهل الشام فخانه یعنی ابو حاتم نے کہا کہ یہ قابل احتجاج نہیں ہے اور ساجی نے کہا اس میں ضعیف ہے اور یہ حافظ الحدیث نہیں ہے اور امام شعبہ تو اس کے خلاف یہ گواہی دیتے تھے کہ اس نے شام کے ایک ساتھی سے خیانت کی تھی۔

☆ اور امام حبان نے کہا یہ شخص ثقہ راویوں سے معضل ہے اور ثبت راویوں سے مقلوب روایتیں لاتا تھا۔

☆ اور امام حاکم ابو احمد فرماتے ہیں یہ قوی نہیں ہے۔

☆ دیگر محدثین کے نزدیک اور امام ابن عدی نے کہا، شہر بن حوشب قابل احتجاج نہیں ہے اور یہ متدین بھی نہیں ہے۔

☆ امام بیہقی کہتے ہیں ضعیف ہے۔

☆ یحییٰ القطان عباد بن منصور نقل کرتے ہیں انہوں نے کہا کہ ہم نے شہر کے ساتھ حج کیا تو دورانِ سفر اس نے ہمارا سامان چرا لیا تھا۔

☆ امام ابن عدی نے کہا یہ بہت ضعیف ہے۔ (تہذیب التہذیب، ج۴ ص۳۲۶)

ایک راوی اس کی سند کا ابو عاصم ہے۔ امام ابن حجر عسقلانی فرماتے ہیں، اس کی روایات ضعیف ہیں۔ (تقریب التہذیب، ص۴۵۸)

۳...... ابو عاصم العبادانی المراتی البصری کے متعلق امام ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں کہ قال ابو داؤد لا اعرفه و قال العقیلی منکر الحدیث و قال ابن حبان کان یخطیٔ (تہذیب التہذیب، ج۲ ص۱۵۹) یعنی امام ابو داؤد نے کہا، اس کو میں نہیں جانتا۔ امام عقیلی فرماتے ہیں، وہ منکر حدیث تھا۔ امام ابن حبان فرماتے ہیں، خطاء کرتا تھا۔

٤...... ابو عاصم الغنوی، قال ابو حاتم لا اعرف اسمه والا اعرفه ولا حدث عنه سوی حماد (ایضاً) یعنی امام ابو حاتم نے کہا، میں نہ اس کو جانتا ہوں اور نہ اس کے نام کو جانتا ہوں اور نہ ہی اس سے حماد کے سوا کسی نے حدیث روایت کی ہے۔

ان کے علاوہ چند اور راوی بھی ابو عاصم کنیت والے ہیں جن کی بعض محدثین نے توثیق بھی فرمائی ہے مگر غیر مقلدین کی یہ ذمہ داری ہے کہ وہ ثابت کریں کہ ان مذکورہ بالا اور غیر مذکورین میں سے وہ کون ہے جس کی توثیق فرمائی گئی ہے۔ الغرض اس سند کے متعدد راویوں پر فقیر نے با حوالہ جرح نقل کر کے اس روایت کا مجروح و ضعیف ہونا ثابت کر دیا ہے۔ اس کے بعد اس سے استدلال سوائے جہالت کے کچھ نہیں ہے۔

سوال......

عن ابن عباس ان النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم قرأۃ علی الجنازۃ بفاتحۃ الکتاب (ابن ماجہ، ص ۱۰۷)

ابن عباس بیان کرتے ہیں کہ حضور علیہ السلام نے خود نمازِ جنازہ میں فاتحہ پڑھی تھی۔

جوابات ۱...... یہ بھی خبرِ واحد ہے جس سے فرضیت ورکنیت ثابت کرنا جہالت ہے۔

۲...... اس روایت کی سند بھی مجروح وضعیف ہے کیونکہ اسکی سند میں ایک راوی زید بن الحباب ابوالحسین العکلی ہے اور اسکے متعلق امام ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں: وھو صدوق یخطیٔ فی الحدیث عن الثوری (تقریب التہذیب، ج ۱ ص ۲۷۳) یعنی امام ثوری سے روایت کرتے وقت خطاء کرتا ہے۔ اور امام ذہبی فرماتے ہیں کہ وقد قال معین احادیثہ عن الثوری مقلوبتہ وقال احمد صدوق کثیر الخطاء (میزان الاعتدال، ج ۲ ص ۱۰۰) یعنی امام معین نے کہا کہ امام ثوری سے مقلوب حدیثیں روایت کرتا ہے۔ امام احمد فرماتے ہیں، ہے تو صدوق مگر کثیر الخطاء ہے۔

قال ابو حاتم کان کثیر الخطاء و قال المفضل عن معین کان یقلب حدیث الثوری و قال ابن حبان کان یخطی واما روایتہ عن المجاھیل فضیھا المناکیر (تہذیب التہذیب، ج ۳ ص ۳۲۸) امام ابوحاتم نے کہا وہ کثیر الخطاء تھا۔ مفضل نے کہا ابن معین بیان کرتے تھے کہ یہ ثوری کی حدیثوں میں تقلیب کرتا تھا۔ ابن حبان نے کہا وہ خطاء کرتا تھا اور مجہول راویوں سے بھی روایت کرتا تھا۔ جن میں منکر حدیثیں ہوتی تھیں۔ ایک راوی اس کا ابراہیم بن عثمان عن الحکم ہے۔ یہ بھی مجروح وضعیف ہے۔ چنانچہ امام ذہبی لکھتے ہیں کہ کذبہ شعبۃ عن معین لیس بثقۃ و قال احمد ضعیف و قال البخاری سکتوا عنہ وقال النسائی متروک الحدیث (میزان الاعتدال، ج ۱ ص ۳۸) یعنی امام شعبہ نے اس کو جھوٹا قرار دیا ہے۔ امام ابن معین نے کہا کہ یہ ثقہ نہیں ہے۔ امام احمد نے کہا ضعیف ہے اور امام بخاری نے فرمایا کہ محدثین نے اس کو شدید مجروح گردانا ہے۔ امام نسائی نے کہا کہ یہ متروک الحدیث ہے۔

فائدہ...... میزان الاعتدال، ج ۱ ص ۷ میں جہاں شدید جرح کے کلمات کا تذکرہ کیا گیا ہے وہاں سکتوا عنہ کو بھی امام ذہبی نے شدید جرح کے الفاظ وکلمات میں شمار کیا ہے۔ اس لئے یہ راوی شدید مجروح ہے اور شدید قسم کا ضعیف ہے۔

سوال......حدیث میں ہے:

عن طلحه بن عبد الله بن عوف قال صليت خلف ابن عباس على جنازة يقرأ الفاتحة الكتاب فجهر حتىٰ سمعنا فلما افرغ اخذت بيده فسالته فقال سنته و حق (نسائی جز اول،ص ۲۸۱)

طلحہ بن عبداللہ بن عوف سے روایت ہے کہ میں نے ابن عباس کے پیچھے جنازہ کی نماز پڑھی تو انہوں نے سورۂ فاتحہ بلند آواز سے پڑھی اور اسقدر جہر کیا کہ ہم نے بھی ان کی آواز کو سنا۔ جب وہ فارغ ہوئے تو میں نے ان کا ہاتھ پکڑ کر یہ سوال کیا کہ تم نے یہ فاتحہ کو بالجہر کیوں پڑھا تو انہوں نے کہا کہ یہ بھی ایک طریقہ اور حق ہے۔

فائدہ......اس روایت سے جنازہ میں سورۂ فاتحہ کا پڑھنا بھی ثابت ہے اور جہر بھی ثابت ہوتا ہے۔

جوابات ۱......دعویٰ ہے فرضیت ورکنیت کا۔ جبکہ دلیل خبر واحد ہے جس سے فرضیت ورکنیت نہیں ہوسکتی۔

۲......اس حدیث کی سند میں ایک راوی حثیم بن ایوب ہے۔ تہذیب التہذیب، ج ا،ص ۴۲ میں اس کے متعلق لکھا ہے:

قال ابو مسهر كان ضعفا حد ريا، وقال حثيم بن حميد كان ضعيف ولم يكن من الاثبات ولا من اهل الحفظ وقد كنت امسكت عن الحديث عنه اسضعيفه یعنی امام مسہر نے کہا وہ ضعیف ہے اور حدری بھی تھا۔ امام حثیم بن حمید نے کہا، وہ ضعیف روایت نہیں کرتا تھا میں اس کو ضعیف سمجھتا تھا اور اس حدیث کا ایک راوی ہے ابراہیم بن سعد، وہ بھی بعض کے نزدیک متکلم فیہ ہے۔ اس کی کنیت ابواسحاق ہے اور میزان، ج ۴،ص ۴۸۸-۴۸۹ پر تقریباً پندرہ ابواسحاق بتائے ہر ایک کو مجہول قرار دیا ہے۔ (تقریب، ج ا،ص ۳۵)

ان دو راویوں کی وجہ سے یہ حدیث ضعیف ہے۔

۳......درایۃً اثباتِ ضعف کے بعد اب ہم اس پر روایۃً گفتگو کرتے ہیں۔ حضرت طلحہ فرماتے ہیں کہ جب ابن عباس نمازِ جنازہ سے فارغ ہوگئے میں نے ان کا ہاتھ پکڑ کر پوچھا یہ کیا ہے۔ تو انہوں نے کہا یہ سنت وحق ہے۔ اس حدیث میں حضرت طلحہ کے سوال کا ذکر ہے۔ جو اس بات کی دلیل ہے کہ عام طور پر صحابہ کرام علیہم الرضوان جو جنازہ پڑھتے تھے اس میں وہ نہ فاتحہ پڑھتے تھے اور نہ ہی بلند آواز سے پڑھتے تھے کیونکہ اگر فاتحہ کا پڑھنا اور جہر صحابہ کرام علیہم الرضوان کا عام معمول نہ ہوتا تو حضرت طلحہ ہرگز یہ سوال نہ کرتے اور نہ ابن عباس یہ جواب دیتے بلکہ فرماتے کہ طلحہ یہ کوئی سوال کی بات ہے' کیا ہمیشہ ہر جگہ جنازہ میں بلند آواز سے فاتحہ نہیں پڑھی جاتی۔

فائدہ......طلحہ کا سوال ہی بتاتا ہے کہ صحابہ کرام علیہم الرضوان کا یہ عام معمول نہ تھا۔ لہٰذا مخالف کا استدلال باطل ہے۔

٤......پھر دعویٰ فرضیت ورکنیت کا ہے اور حدیث میں سنت کا صریح ذکر ہے۔ یہ بھی مخالفین کے خلاف ہے۔ وہ فرضیت ورکنیت کے قائل ہیں جبکہ حدیث میں صراحۃً سنت ہونے کا ذکر ہے جو لغوی معنیٰ میں سنت ہے نہ کہ اصطلاحی معنیٰ میں۔

٥......یہ حدیث اور ایسی اور احادیث جن میں ابن عباس سے حضرت طلحہ یا بعض دیگر حضرات کے سوال کا ذکر ہے کہ تم نے سورۂ فاتحہ جنازہ میں کیوں پڑھی اور پھر بلند آواز سے کیوں پڑھی ہے کہ صحابہ کرام علیہم الرضوان کا قطعاً عام معمول یہ تھا کہ وہ جنازہ کی نماز میں سورۂ فاتحہ بھی نہ پڑھتے تھے بلکہ جنازہ کی پوری نماز آہستہ کے طور پر پڑھتے تھے جیسا کہ احناف کے ہاں پڑھا جاتا ہے۔

سوال......حدیث میں ہے:

عن طلحة بن عبد الله قال صلیت خلف ابن عباس علی جنازہ فسمعة یقرأ فاتحة الکتاب

فلما انصرف اخذت بیدہٖ فسالتہ فقلت تقرأ قال نعم انہ حق و سنة (نسائی، ج۱ص۲۸۱)

جواب......اس حدیث کا ترجمہ و مطلب وہی ہے تقریباً جو اوپر والی کا ہے۔اس کے اندر بھی وہی سوال مذکور ہے کہ تم فاتحہ پڑھتے ہو یہ سوال واضح دلالت کرتا ہے کہ صحابہ کرام علیہم الرضوان کے دَور میں جنازہ میں فاتحہ کے پڑھنے کا عام معمول نہیں تھا۔اگر ہوتا تو سوال کی حاجت نہ ہوتی۔مزید یہ کہ یہاں بھی لفظ سنت صراحۃً مذکور ہے' جو مخالفین کے دعویٰ فرضیت و رکنیت کے سراسر خلاف ہے اور ہمارے نزدیک یہاں سنت کا لغوی معنی مراد ہے اصطلاحی معنی مراد نہیں ہے۔

سوال......حدیث میں ہے:

عن ابی امامة قال السنة فی الصلاة علی الجنازة ان یقرأ فی التکبیرة الاولیٰ

ام القرآن مخافتة ثم تکبر ثلثا والتسلیم عند الا خرة (نسائی)

حضرت ابوامامہ نے کہا کہ نماز جنازہ میں سنت ہے کہ پہلی تکبیر میں فاتحہ کو دل میں پڑھا جائے

پھر تین تکبیریں اس کے بعد اور آخر میں سلام پھیر لے۔

جوابات ۱......اس کا ایک راوی قتیبہ ہے اور امام ذہبی نے اس نام کے چند راوی بتائے ہیں ایک قتیبہ بن سعید ہے اس کے متعلق لکھا ہے لا یدریٰ من ھو اس کے متعلق کچھ معلوم نہیں کہ یہ کون ہے۔اور مزید لکھا ہے کہ قال الخطیب ھو منکر جدا من حدیثہ یعنی وہ حدیث کی روایت میں منکر ہے۔ الی ان قال و اذا جاز ان یغلط فی رجل من الاسناد فجائز ان یغلط فی لفظہ من المتن الخ یعنی جب سند کے راوی کے متعلق غلطی کرسکتا ہے تو متن کے لفظ میں بھی غلطی کرسکتا ہے۔اگر مراد قتیبہ بن السمر قندی ہے تو لکھا ہے کہ وہ احدا لضعفأ ہے۔ (تہذیب، ج۳ص۳۲۲)

اگر مراد قتیبہ ابو محمد شیبان ہے تو وہ مجہول ہے۔اگر مراد قتیبہ الزمی ہے تو وہ بھی مجہول ہے۔ (میزان الاعتدال، ج۳ص۳۸۵)

۲......یہ حدیث خود غیر مقلدین کے بھی خلاف ہے کیونکہ وہ فاتحہ کی فرضیت یا وجوب کے قائل ہیں۔جبکہ اس حدیث میں صراحۃً سنت قرار دیا گیا ہے۔

۳......یہ حدیث اس لئے بھی غیر مقلدین کے خلاف ہے کہ اس میں صراحۃً مخافتہ کا ذکر ہے یعنی چپکے میں سرّی طور پر پڑھنے کا تذکرہ ہے نہ کہ بالجہر کا۔بلکہ یہ حدیث احناف کی دلیل بنتی ہے کیونکہ وہ جنازہ سری طور پر پڑھتے ہیں۔

سوال......مذکورہ بالا حدیث ضحاک بن قیس دمشقی نے بھی ایسے ہی روایت کی ہے۔ (نسائی شریف، ج اص ۲۸۱)

جوابات ۱ ......اس حدیث کا ایک راوی بھی وہی قتیبہ ہے، جس کے متعلق حدیث سابق کے جواب میں تفصیل گزر چکی ہے۔

۲......اس کا ایک راوی محمد بن سوید دمشقی ہے، جو فہری بھی مشہور ہے۔اس کے متعلق لکھا ہے وہ مجہول ہے۔ (میزان، ج ۳ ص ۵۷۶)

خلاصہ یہ کہ ابن ماجہ شریف اور نسائی شریف سے نقل کردہ تمام احادیث کے تقریباً بیشتر راویوں پر جرح نقل کردی گئی ہے اور ہر حدیث کے متعدد جوابات پیش کردیے گئے ہیں۔اب بیہقی شریف کی چند روایات کے جوابات ذیل میں عرض کئے جاتے ہیں تاکہ اتمام حجت میں کوئی کمی نہ رہے۔

سوال......حدیث میں ہے:

عن طلحة بن عبد الله بن عوف قال صليت خلف ابن عباس علىٰ جنازة فقرأ بفاتحة الكتاب فلما سالم سألته عن ذالك فقال سنته و حق

فائدہ......اس حدیث کا ترجمہ اور مطلب پہلے بیان فرمایا۔صحابہ کرام علیہم الرضوان سے بھی ثابت ہوتا ہے کہ جنازہ میں فاتحہ کا پڑھنا جائز ہی نہیں بلکہ سنت ہے۔ (بیہقی شریف، ج ۴ ص ۳۸)

جوابات ۱ ......یہ بھی خبر واحد ہے جس سے فرضیت و رکنیت ثابت نہیں ہوسکتی۔

۲......اس میں بھی حضرت طلحہ کے سوال کا ذکر موجود ہے جو واضح دلیل ہے کہ صحابہ کرام علیہم الرضوان کے زمانہ میں جنازہ میں فاتحہ کا پڑھنا عام معمول نہیں تھا اگر ہوتا تو ابن عباس سے یہ سوال ہرگز نہ کیا جاتا۔

۳......دعویٰ فرضیت و رکنیت کا ہے اور حدیث میں سنت ہونے کی صراحت ہے۔دلیل دعویٰ کے مطابق نہیں ہے۔

٤......پھر حدیث میں فقال سنۃ و حق حضور علیہ السلام کی سنت ہونے میں صریح نہیں بلکہ احتمال ہے کہ سنت سے مراد لغوی معنی بھی ہوسکتا ہے۔

٥......اس کی سند میں ایک راوی الربیع بن سلیمان الازدی البصری الخلقانی ہے۔جس کے متعلق امام ذہبی لکھتے ہیں کہ قال ابن معين: ليس بشئ (میزان الاعتدال، ج ۲ ص ۴۱)

امام ابن معین نے فرمایا کہ یہ راوی کچھ نہیں ہے یعنی معتبر نہیں ہے اور اس حدیث کے راوی ابوزکریا ابن ابی اسحاق المزکی کا تقریب، میزان اور تہذیب وغیرہ میں کہیں اتا پتا نہیں مل سکا۔

معلوم ہوتا ہے کہ مجہول ہے۔اس لئے یہ روایت بہ از روئے سند ضعیف ہے۔لہٰذا قابل استدلال نہیں ہے۔

سوال......حدیث میں ہے:

عن طلحة بن عبد الله بن عوف قال صليت مع ابن عباس علىٰ جنازة فقرأ بفاتحة الكتاب وقال انها من السنة

ترجمہ ومفہوم گزر چکا ہے۔اس سے بھی ثابت ہوتا ہے کہ ابن عباس نے فاتحہ جنازہ میں پڑھی ہے۔

جوابات ۱ ...... یہ بھی خبر واحد ہے۔ جو فرضیت ورکنیتِ فاتحہ کو ثابت نہیں کر سکتی۔

۲......اس میں بھی سنۃ ہونے کی تصریح ہے جو ادعاء فرضیت ورکنیت کے سراسر منافی ہے۔

۳...... یہ بھی اس بات میں صریح نہیں کہ سنۃ سے مراد حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی سنت ہے، احتمال کم از کم یہ بھی موجود ہے کہ مراد طریقہ ہے اور وہ طریقہ کس کا اس سے دلیل مبہم ہوگئی جو نا قابل حجت ہے۔

٤......اس روایت کا ایک راوی علی بن احمد بن عبدان اور دوسرا راوی احمد بن عبد الصفاء کا کم از کم بندہ کو تقریب میزان، تہذیب میں کوئی نشان نہیں مل سکا۔ جس سے انکے مجہول ہونے کی تقویت ملتی ہے اور ایک راوی اس کی سند میں اسماعیل بن اسحاق انصاری ہے اس کے متعلق محدثین کرام کی رائے ملاحظہ ہو۔

قال العقيلي منكر الحديث یہ منکر الحدیث ہے۔ بقول امام عقیلی، دوسرا اسماعیل بن اسحاق الجرجانی ہے۔ قال ابو زرعه كان يضع الحديث امام ابوزرعہ فرماتے ہیں یہ حدیثیں گھڑا کرتا تھا۔ (میزان الاعتدال، ج ا ص ۲۲۱)

فائدہ......روایت میں ایک کو منکر الحدیث اور دوسرے کو واضع الحدیث قرار دیا گیا ہے اور اس کا ایک اور راوی محمد بن کثیر ہے۔ اگر یہ محمد بن کثیر قریشی کوفی ہے تو اس کے متعلق امام احمد فرماتے ہیں۔ ہم نے اس کی روایت کردہ حدیث کو جلا دیا تھا اور امام بخاری اس کو منکر الحدیث قرار دیتے ہیں اور امام ابن عدی فرماتے ہیں اس کی حدیث پر ضعف واضح ہے۔ اگر مراد محمد بن کثیر العبدی البصری ہے تو اس کے متعلق امام ابن معین نے کہا ہے کہ اس کی حدیث نہ لکھا کرو یہ ثقہ نہ تھا۔ اگر مراد محمد بن کثیر سہل ہے تو امام احمد نے اس کو ضعیف قرار دیا ہے اور امام نسائی نے کہا کہ یہ قوی نہیں ہے۔ اگر مراد محمد بن کثیر مروان ہے تو امام ابن معین فرماتے ہیں کہ یہ ثقہ نہیں ہے۔ امام ابن عدی نے کہا کہ یہ باطل احادیث روایت کرتا ہے اور ایک محمد بن کثیر سہل رازی ہے۔ امام ذہبی فرماتے ہیں لا يعرف اس کی پہچان نہیں ہو سکی۔ (میزان الاعتدال، ج ۳ ص ۱۸-۲۰)

☆ محمد بن کثیر بن عطاء الثقفی قال البخاری ضعفہ۔ امام بخاری نے کہا اس کو امام احمد نے ضعیف قرار دیا ہے اور عبداللہ بن محمد نے کہا وہ ضعیف جداً بہت ضعیف ہے اور منکر الحدیث بھی ہے اور وہ منکر احادیث روایت کرتا ہے۔ صالح بن احمد نے کہا کہ وہ میرے نزدیک ثقہ نہیں ہے۔ وقال حاتم بن اللیث عن احمد لیس بشیٔ یعنی امام حاتم بن لیث نے کہا کہ امام احمد نے فرمایا یہ معتبر نہیں ہے۔ وہ ایسی منکر احادیث روایت کرتا ہے جن کی کوئی اصل نہیں ہے۔ وقال الآجری عن ابی داؤد لم یکن یضع الحدیث امام آجری فرماتے ہیں کہ امام ابوداؤد نے فرمایا ہے کہ یہ حدیث کو نہیں سمجھ سکتا تھا۔ وقال البخاری لین جداً امام بخاری فرماتے ہیں یہ بہت لین تھا۔ وقال النسائی لیس بالقوی کثیر الخطاء امام نسائی نے کہا وہ قوی نہ تھا بلکہ بہت خطاء کرتا تھا۔ وقال الحاکم لیس بالقوی عندھم امام حاکم نے کہا وہ محدثین کے نزدیک قوی نہیں تھا۔ (تہذیب التہذیب، ج۹ ص ۳۷۱)

☆ محمد بن کثیر العبدی البصری۔ قال ابن معین لم یکن بثقۃ و قال ابن قانع انہ ضعیف وقال ابن الجنید عن ابن معین کان فی حدیثہ الفاظ کانہ ضعفہ ابن معین نے کہا یہ ثقہ نہیں۔ ابن قانع نے کہا وہ ضعیف ہے ابن جنید نے کہا ابن معین سے نقل کرتے ہوئے کہ اس کی حدیث میں کمزوری ہے۔ گویا اس کو ضعیف قرار دیا ہے۔

☆ محمد بن کثیر القرشی الکوفی ابو اسحاق قال البخاری کوفی منکر الحدیث وقال ابن عدی الضعف علی حدیثہ بین وقال ابوداؤد عن احمد ایضا یحدث عن ابیہ احادیث کلما مقلوبۃ وقال ابو حاتم ضعیف الحدیث یعنی امام بخاری نے کہا کہ امام احمد نے فرمایا کہ یہ اپنے باپ جتنی حدیثیں بیان کرتا ہے وہ سب مقلوب ہوتی ہیں۔ امام ابوحاتم نے فرمایا وہ ضعیف الحدیث ہے۔ ملاحظہ ہو۔ (تہذیب التہذیب، ج۹، ۳۷۰-۳۷۲-۳۷۹)

☆ محمد بن کثیر البصری السلمی القصاب۔ قال ابن المدھنی ذاھب الحدیث وقال الدارقطنی ضعیف وقال البخاری والساجی منکر الحدیث و ذکرہ العقیلی فی الضعفاء امام ذہبی نے کہا وہ ذاہب حدیث ہے دارقطنی نے کہا منکر الحدیث ہے۔ عقیلی نے اس کو ضعفاء میں ذکر کیا ہے۔ (تہذیب، ج۹ ص ۳۷۲)

☆ محمد بن کثیر مروان الفہری الشامی۔ قال ابن معین لیس بثقة وقال علی ابن الجنید منکر الحدیث وقال الازدی متروك وقال ابن عدی روی بواطیل ابن معین نے کہا وہ ثقہ نہیں ابن جنید نے کہا وہ منکر الحدیث ہے ازدی نے کہا متروک ہے۔ ابن عدی نے کہا باطل حدیثیں روایت کرتا ہے۔ (تہذیب التہذیب، ج۹ص۳۷۲)

فائدہ...... میزان اور تہذیب سے محمد بن کثیر نام کے جتنے بھی رواۃ نقل کیے گئے ہیں ان سب پر محدثین کی جرح شدید نقل کردی گئی ہے۔ بعض کو تو کذاب اور بعض کو وضاع بھی قرار دیا گیا ہے۔ ایسے ضعیف راویوں سے مروی احادیث سے استدلال جہالت نہیں تو اور کیا ہے اور اکثر و بیشتر پر جرح جو نقل کی گئی ہے وہ مفسر ہے مبہم نہیں ہے اور اس حدیث کی سند میں ایک راوی سفیان بن سعید ہے جس کے متعلق علامہ ذہبی لکھتے ہیں: الحجة الثبت، متفق علیه مع انه كان یدلس عن الضعفاء (میزان الاعتدال، ج۲ص۱۶۹) وہ حجت اور ثبت اور متفق علیہ اور اس کے باوجود ضعیف راویوں سے تدلیس کرتا تھا اور غیر مقلدین کے نزدیک تدلیس اسباب جرح سے ہے۔ خصوصاً جبکہ ضعفاء سے ہو۔ الغرض اس سند کے دو راویوں علی بن احمد بن عبدان اور احمد بن عبدالصفار کا کتاب معتبر اسماء الرجال میں ہمیں کوئی اتا پتا ہی نہیں ملا اور باقی تین راویوں پر جلیل القدر عظیم المرتبت محدثین کی جرح معتبر کتب اسماء الرجال سے باحوالہ نقل کردی ہے۔ جس کے بعد اس روایت کو دلیل بنانا حماقت ہے۔

سوال......حدیث شریف میں ہے۔ عن طلحه بن عبد الله بن عوف قال صليت خلف ابن عباس علىٰ جنازه فسمعته يقرأ بفاتحة الكتاب فاما الضوفا سالته فقال سنته و حق الخ

ترجمہ ومفہوم پہلے بیان ہو چکا ہے۔اس سے بھی فاتحہ پڑھنے کا ثبوت ملتا ہے۔

جوابات ۱...... یہ بھی خبر واحد ہے۔جو فرضیت ورکنیت ثابت کرنے کیلئے کافی نہیں ہے۔

۲......اس میں بھی سنت ہونے کی تصریح ہے۔جو ادعاء فرضیت ورکنیت کے بالکل منافی ہے۔

۳......اس میں بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت ہونے کی صراحت نہیں ہے۔لہٰذا احتمال کہ سنتہ بمعنی طریقہ ہے نہ کہ سنتِ اصطلاحی۔

٤......اس میں بھی ابن عباس سے سوال کا ذکر ہے جس سے ثابت ہوتا ہے کہ صحابہ کا عام معمول نہیں تھا کہ جنازہ میں فاتحہ پڑھیں۔

٥......اس کی سند میں ایک راوی ابوالحسن علی بن احمد بن عمر المقری ہیں جو تقریب اور تہذیب اور میزان میں نہیں مل سکے اور ایک راوی احمد بن سلمان الفقیہ ہیں۔جو تہذیب میں نہیں ملتے اور ایک راوی عبدالملک بن محمد ہیں۔یہ بھی چار ہیں۔ایک کے بارے میں لکھا ہے کہ لیس بقوی ایک کے متعلق لکھا ہے۔ لا یعرف ایک کے بارے میں لکھا ہے قال دارقطنی ضعیف صرف ایک کی توثیق کی گئی ہے۔مگر جب تک مخالفت نہیں کرتا تب تک مخالف کا استدلال درست نہیں ہوتا۔یہ یقین مخالف کی ذمہ داری ہے۔ورنہ احتمال کی وجہ سے ہر ایک ساقط الاعتبار ہوگا۔ (میزان الاعتدال،ج۲ص۶۶۳)

فائدہ......علامہ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں کہ ایک مجہول ہے۔دوسرا کثیر الخطائی الحدیث ہے اور تیسرے کے متعلق لکھا لا یجوز الاحتجاج بروایۃ اور چوتھے کے بارے میں لکھا ہے کہ لیس بالامرضی عند الازدی۔ملاحظہ ہو: (تہذیب التہذیب، ج۶ص۳۷۰-۳۷۱)

سوال......حدیث شریف میں ہے:

عن سعد بن ابی سعید قال سمعت ابن عباس یجہر بفاتحتہ الکتاب علیٰ جنازۃ ویقول انما فلعت لتعلموا انہا سنتہ الخ

سعد بن ابی سعید سے روایت ہے کہ انہوں نے کہا میں نے ابن عباس سے سنا کہ وہ جنازہ میں فاتحہ بلند آواز سے پڑھ رہے تھے۔ فراغت کے بعد انہوں نے کہا، میں نے یہ اس طرح اس لئے کیا ہے تا کہ تم کو معلوم ہوجائے کہ یہ (بھی) طریقہ ہے۔ اس حدیث سے ثابت ہوتا ہے کہ ابن عباس جنازہ میں فاتحہ بلند آواز سے پڑھتے تھے۔الخ

جوابات ۱......یہ بھی خبر واحد ہے۔جو فرضیت ورکنیت کے ثبوت کیلئے کافی نہیں ہے۔

۲......اس میں بھی سنت ہونے کی صراحت ہے۔جوادعاء فرضیت ورکنیت کے منافی ہے۔

۳......اس میں بھی حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی سنت ہونے کی صراحت نہیں ہے۔

٤......انما فصلت لتعلموا انہا سنۃ کی عبارت خود بتاتی ہے کہ صحابہ کرام علیہم الرضوان کا عام معمول نہیں تھا کہ جنازہ میں فاتحہ اور پھر وہ بھی بلند آواز سے پڑھتے ہوں۔ بلکہ عام معمول یہ تھا کہ نہ فاتحہ پڑھتے تھے نہ ہی بلند آواز سے پڑھتے تھے۔ لہٰذا مسنون طریقہ جنازہ کا یہی ہے کہ نہ فاتحہ پڑھیں اور نہ ہی بلند آواز سے پڑھیں۔

۵......ایک راوی سعید بن ابی سعید ہے اس نام کے چند راوی میزان اور تہذیب میں مذکور ہیں۔المبقری اسکے متعلق امام ابن سعید نے کہا ہے کہ وفات سے چار سال قبل اختلاط کا شکار ہوگیا تھا۔مخلوط احادیث روایت کرنے لگ گیا تھا۔تغلی اس کو ازدی نے ضعیف قرار دیا ہے۔زبیدی: اس کے متعلق لکھا ہے، لا یعرف و احادیثہ ساقطتہ یعنی یہ معروف نہیں اس کی احادیث ساقط ہیں۔ (میزان الاعتدال، ج ۲ ص ۱۴۰۔ تہذیب التہذیب، ج ۴ ص ۳۳)

یہ روایت بھی ضعیف ہے۔لہٰذا قابل استدلال نہیں ہے۔

سوال......حدیث میں ہے:

عن جابر بن عبداللّٰه ان النبی ﷺ کبو علی المیت اربعا وقرأ بام القرآن بعد التکبیرة الاولیٰ

ترجمہ ومطلب واضح ہے۔اس سے ثابت ہوا' فاتحہ الکتاب کو جنازہ میں پڑھنا خود نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے ثابت ہے۔ یہ حدیث مرفوع فعلی ہے۔

جواب......جوابات تقریباً وہی ہیں' جو سابقہ روایات کے دیئے گئے ہیں۔البتہ جرح کی تفصیل ملاحظہ ہو۔

ابراہیم بن محمد نام کے تقریباً ستائیس اشخاص لکھے ہیں مگر ہر ایک کے ساتھ تقریباً ضعیف ہونے کی صراحت نقل کی گئی ہے۔ (میزان، ج ۱ص ۵۲تا ۶۴) اور اس روایت کا ایک راوی ہے۔عبداللہ بن محمد بن عقیل ابی طالب الہاشمی......

رویٰ جماعته عن ابن معین انه ضعیف وقال ابو حاتم وغیره لین الحدیث وقال ابن خزیمة لا احتج به وقال ابن حبان روی الحفظ وقال احمد الحاکم لیس بالمین عندهم وقال ابو ذرعة یخلف عنه فی الاسانید وقال فسویٰ فی حدیثه ضعف یعنی ابن معین نے ایک جماعت سے روایت کیا ہے کہ یہ ضعیف ہے۔ابو حاتم نے کہا وہ لین الحدیث ہے۔ابن خزیمہ نے کہا میں اس سے احتجاج نہیں کرتا۔ابن حبان نے کہا وہ ردی والا ہے۔ امام احمد الحاکم نے کہا وہ محدثین کے نزدیک مضبوط نہیں ہے۔ابو زرعہ نے کہا اسانید میں اس سے اختلاف کیا گیا ہے۔ امام فسویٰ نے کہا اس کی حدیث میں ضعف ہے۔ (میزان، ج ۴ص ۴۴۸تا ۴۵۵)

اور اسی راوی کے متعلق امام ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں کہ عبداللہ بن محمد بن عقیل بن ابی طالب الہاشمی۔

ذکره ابن سعد فی الطبقة الرابعة من اهل مدینة وقال کان منکر الحدیث لا یحتجون بحدیثه، قال یعقوب و ابن عقیل صدوق وفی حدیثه ضعف شدیدا او کان ابن عنیة یقول اربعة من قریش یترک حدیثهم و ذکره فیهم وقال حنبل عن احمد منکر الحدیث وقال الدوری عن ابن معین ابن عقیل یا یحتج بحدیثه وقال معاویه ابن صالح عن معین ضعیف الحدیث وقال محمد بن عثمان بن ابی شیبة عن ابی المدینی کان ضعیفا۔ وقال السامی لم یکن بمتقن فی الحدیث وقال الخطیب کان سیٔ الحفظ وقال ابن حبان کان روی الحفظ فوجب بحانبة احادیثه

ابن سعد نے اہل مدینہ کے چوتھے طبقہ میں اس کا ذکر کیا ہے اور کہا ہے کہ یہ منکر الحدیث ہے۔اہل مدینہ اس کی حدیث قابل احتجاج نہیں کرتے تھے۔امام یعقوب نے کہا کہ ابن عقیل صدوق ہے مگر اس کی حدیث میں ضعف ہے اور ابن عنیہ کہتے تھے کہ قریش کے چار اشخاص کی حدیث متروک ہے اس کو بھی ان میں شمار کیا ہے۔حنبل نے امام احمد سے نقل کیا ہے کہ یہ منکر الحدیث ہے دوری نے کہا ابن معین سے نقل کرتے ہوئے وہ ضعیف الحدیث ہے۔محمد بن عثمان بن ابی شیبہ ابن مدینی سے نقل کرتے ہیں کہ وہ ضعیف تھا۔سامی نے کہا وہ حدیث میں مضبوط نہ تھا۔خطیب نے کہا اس کا حافظہ برا تھا۔ابن حبان نے کہا اس کا حافظہ ردی تھا اس لئے اس کی حدیثوں سے اجتناب ضروری ہے۔ (تہذیب، ج ۶ص ۱۳تا ۱۴)

سوال……حدیث میں ہے:

عن معمر عن الزهری قال اخبرنی ابو امامۃ بن سهل ابنه اخبره رجل من اصحاب النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ان السنۃ فی الصلوٰۃ علی الجنازۃ ان یکبر الامام ثم یقرأ بفاتحۃ الکتاب بعد تکبیرۃ الاولیٰ سرا فی نفسه ثم یصلی علی النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ویخلص الدعاء الجنازۃ فی التکبیرات لا یقرأ فی شیٔ منهن ثم یسلم سرا فی نفسه

معمر سے روایت ہے کہ وہ زہری سے روایت کرتے ہیں کہ زہری نے کہا مجھے خبر دی ابوامامہ بن سہل نے کہ مجھے ایک صحابی رسول نے بتایا ہے کہ نمازِ جنازہ میں سنت یہ ہے کہ امام تکبیر کہے پھر فاتحۃ الکتاب پڑھے دل میں پہلی تکبیر کے بعد پھر حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر دُرود پڑھے پھر مخلصانہ دعا کرے میت کیلئے تکبیروں میں اور باقی تکبیروں میں کسی میں قرأت نہ کرے پھر سلام پھیرے دل میں اس حدیث سے بھی فاتحۃ الکتاب کا جنازہ میں پڑھنا ثابت ہوتا ہے۔

جوابات ۱…… جوابات اس کے بھی وہی ہیں جو سابقہ روایات کے دیئے گئے ہیں۔ البتہ یہاں یہ بھی جوابًا کہا جا سکتا ہے کہ یہ حدیث تو خود غیر مقلدین کے خلاف ہے کیونکہ اس میں چپکے سے فاتحہ پڑھنے کا ذکر ہے نہ کہ بلند آواز سے۔ حالانکہ غیر مقلدین بلند آواز سے پڑھتے ہیں۔

۲……اس حدیث میں پہلی تکبیر میں ہی دُرود پڑھنے کا ذکر ہے اور باقی تکبیروں میں میت کیلئے دعا کا ذکر ہے جو کہ خود غیر مقلدین کے بھی خلاف ہے۔

۳……اس حدیث کی سند میں ابوبکر احمد بن الحسن القاضی ہے۔ امام دار قطنی فرماتے ہیں: لیس بثقۃ وہ ثقہ نہیں ہے۔ (میزان، ج۱ص۹۱) دوسرا راوی مطرف بن مازن ہے۔ کذبه یحییٰ بن معین وقال النسائی لیس بثقۃ وقال آخرواه (میزان، ج۴ص۱۲۵) یعنی اس کو یحییٰ بن معین نے جھوٹا قرار دیا ہے۔ نسائی نے کہا ثقہ نہیں ہے۔ دوسروں نے اسکو ضعیف قرار دیا ہے۔ یحییٰ بن معین کی جرح مفسر ہے۔

سوال......بیہقی شریف میں حدیث نقل کی ہے کہ نمازِ جنازہ کی فاتحہ پڑھی جائے۔

جواب......بیہقی شریف کی حدیث کا راوی محمد الفہر ی ہے۔اس کو محدثین نے ضعیف قرار دیا ہے۔ (تہذیب التہذیب، ج۹ص۳۷۲) اور ایک راوی اس کا مطرف بن مازن ہے۔جس پر جرح او پر نقل کر دی ہے اس کو یحییٰ بن معین نے جھوٹا قرار دیا ہے۔نسائی نے غیر ثقہ کہا۔دوسروں نے ضعیف فرمایا ہے۔ (میزان، ج۴ص۱۲۵)

سوال......بیہقی کی ایک روایت سے فاتحہ پڑھنے کا ثبوت ہے۔

جواب......بیہقی شریف کی اس حدیث کا ایک راوی علی بن عمر ہے۔امام ذہبی لکھتے ہیں کہ لا یدری من هو یعنی معلوم نہ ہوسکا کہ یہ کون ہے۔ایک راوی ابوبکر نشیا پوری محمد بن ابراہیم بن المنذر۔ قال فيه سلمة بن قاسم الاندلسي كان لايحسن الحديث و نسب الى العقيلي انه كان يحمل عليه و لبسبه الى الكذب امام سلمہ بن قاسم اندلسی نے کہا کہ وہ حدیث اچھی طرح بیان نہیں کرسکتا تھا اور امام عقیلی کی طرف منسوب ہے کہ وہ اس پر غضبناک تھے اور اس کی نسبت جھوٹ کی طرف کرتے تھے۔ (میزان، ج۳ص۴۵۰) اور ایک راوی ابوالازہر ہے۔ قال الخطيب كان يضع الحديث امام خطیب بغدادی نے کہا کہ یہ حدیثیں گھڑتا تھا۔ (میزان، ج۳ص۴۵۰) اور ایک راوی اس کا نام محمد بن ابراہیم بن الحارث ہے علامہ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں کہ قال العقيلي عن عبد الله بن احمد بن ابيه في حديثه شئ يروى احاديث مناكير او منركة (تہذیب التہذیب، ج۹ص۶) امام عقیلی عبداللہ بن احمد سے روایت کرتے ہیں کہ وہ اپنے باپ سے بیان کرتے ہیں کہ اس کی حدیث میں کچھ خرابی ہے اور یہ منکر حدیثیں روایت کرتا ہے۔الغرض اس کی فرضیت یا وجوب کے دعویٰ پر نہ کوئی حدیث متواتر موجود ہے اور نہ ہی کوئی حدیث مشہور ملتی ہے۔جس قدر احادیث نقل کی گئی ہیں وہ سب کی سب اخبار احاد ہیں جن سے فرضیت یا وجوب ثابت نہیں ہوسکتا پھر یہ سب احادیث سند کے لحاظ سے ضعیف ہیں۔جن پر جلیل القدر محدثین کی باحوالہ جرح نقل کر دی گئی ہے۔اگر کوئی روایت ہم سے نقل نہ ہوسکی ہو تو وہ بھی ہمیں یقین ہے کہ ضعیف ہی ہوگی۔کوئی نہ کوئی راوی ضرور اس کی سند کا ضعیف ہی ہوگا اور ابن عباس کی ایک روایت ترمذی شریف میں جو نقل کی گئی ہے کہ عن ابن عباس ان النبي صلى الله تعالىٰ عليه وسلم قرأ على الجنازة بفاتحة الكتاب تو امام ترمذی نے خود ہی اس کے متعلق لکھ دیا ہے کہ قال ابو عيسىٰ حديث ابن عباس ليس اسناده بذالك القوى ابراهيم بن عثمان هو ابو شبة الواسطى منكر الحديث (ترمذی شریف، ج۱) البتہ ابن عباس سے حدیث موقوف صحیح سند ہے جو بخاری میں مروی ہے جس میں ہے کہ لتعلموا انها سنة ہم بتا چکے ہیں کہ ابن عباس کے قول مذکور سے خود ہی واضح ہے کہ فاتحه في صلوٰة الجنازه کا پڑھنا صحابہ کرام علیہم الرضوان کا عام معمول نہیں تھا یہاں سنۃ کا لفظ سنتِ رسول ہونے میں صریح نہیں ہے۔

سوال......کہ قول الصحابی انها سنة اور من السنة او من تمام السنة حکمه حکم المرفوع ......
جیسا کہ یہ قاعدہ کتبِ اصولِ حدیث میں مصرح ہے صحابی کسی چیز کے بارے میں کہے کہ یہ چیز سنت ہے یا سنت سے ہے یا تمام سنت سے ہے تو یہ قولِ صحابی مرفوع کے حکم میں ہوتا ہے۔ عندالمحدثین اور یہاں ابن عباس نے یہ فرمایا ہے کہ انها سنته بنابریں یہ حدیث مرفوع کے حکم میں ہے لہٰذا حدیث مرفوع حکمی سے قرأۃ فاتحہ فی الجنازہ کا سنت ہونا ثابت ہوگیا۔

جوابات ۱......کہ یہاں ابن عباس کے قول مذکور پر قاعدہ مذکورہ بالا چسپاں نہیں کرسکتے کیونکہ یہ قاعدہ اس قولِ صحابی کے متعلق ہے جس کا سنتہ ہونا اتفاقی ہوا۔ اگر کوئی چیز ایسی ہے کہ اس کو بعض صحابہ نے سنت قرار دیا اور بعض نے اس کے سنتہ ہونے کا انکار کیا ہو تو پھر یہاں یہ قاعدہ دُرست نہیں۔

۲......اس سے قبل بعض روایات ہم نقل کرچکے ہیں کہ جنازہ میں قرآن کا کوئی حصہ پڑھنا جائز نہیں بلکہ ممنوع ہے۔ اگر اس کا سنت ہونا اتفاقی ہوتا تو منقولہ بالا روایات کتب حدیث میں موجود نہ ہوتیں۔

۳......صحابہ کرام علیہم الرضوان میں حضرت ابن عمر اتباع سنت میں سب سے زیادہ مشہور ہیں مگر وہ جنازہ میں فاتحہ نہ پڑھتے تھے۔
چنانچہ مؤطا امام مالک ص ۲۰۴ میں ہے: عن مالك عن نافع ان ابن عمر كان لا يقرأ في الصلوة على الجنازة
عبداللہ بن عمر جنازہ میں قرأۃ نہ کرتے تھے یعنی قرآن نہ پڑھتے تھے اور ابن عباس نے اپنی عادت کے مطابق اپنے مختار پر سنت کا اطلاق کیا ہے۔ وہ اپنے مختار کو سنت سے تعبیر کرلیا کرتے تھے۔ جیسا کہ اقعاء الکلب کو انہوں نے سنت کہا ہے۔ حالانکہ فی الواقعہ وہ سنت نہیں، بلکہ ممنوع ہے۔ جیسا کہ مسند امام ص ۳۰ میں ہے کہ عن ابي هريرة نهي رسول الله صلى الله عليه وسلم عن ثلاثة عن نقر كنقر واقعاء كاقعاء الكلب والتفات كالتفات التقلب مجھے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مرغ کی طرح چونچ مارنے اور کتے کی طرح بیٹھنے اور لومڑی کی طرح التفات سے منع فرمایا ہے۔ اس حدیث میں اقعاء الکلب سے صراحۃً منع کیا گیا۔ لیکن مسلم شریف میں حدیث ہے کہ عن طاؤس قلنا لابن عباس الاقعاء فقال هي السنة ہم نے ابن عباس سے اقعاء کے بارے میں دریافت کیا تو انہوں نے کہا یہ سنت ہے حالانکہ سنت نہیں بلکہ منع ہے۔ حضرت عبداللہ بن عمر نے اس کو صراحت سے غیر سنت قرار دیا ہے۔ قال ان الاقعاء ليسي بسنة بل صرح ابن عمر لنبعيض الاقعاء (فیض الباری شرح البخاری) فرمایا اقعاء سنت نہیں بلکہ اس کو ہم مبغوض سمجھتے ہیں۔

غیر مقلدین کا خود ساختہ مذہب اور اس کا ردّ

آخر میں احباب اہلسنت وارباب احناف سے عرض کردوں کہ یہ مذہب خودساختہ چند وجوہ سے غلط ہے۔

۱......دعویٰ کرتے ہیں کہ ہم صرف نبی پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اقوال پر عمل کرتے ہیں اور بس اسی وجہ سے بیس تراویح کا انکار کرکے کہتے ہیں کہ یہ سنت عمری ہے حالانکہ یہ سراسر غلط ہے۔

۲......احادیث سے استدلال کریں گے تو جمہور کے اتفاق سے ہٹ کر۔

۳......جس مسئلہ میں انہیں حضور علیہ السلام کا قول نہ ملے گا تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے اس صحابی (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کا قول لیں گے جو جمہور کے خلاف ہوگا۔ مثلاً اسی مسئلہ میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا قول لے لیا جو جمہور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے خلاف ہے۔

٤......بدعت کا ارتکاب کرکے اسے سنت ثابت کریں گے اور ایسے دلائل دیں گے جن کا سر نہ منہ۔

نمازِ جنازہ کا حنفی طریقہ

اس کے متعلق فقیر کا ایک رسالہ مطبوعہ ہے اس کا مطالعہ کریں بقدر ضرورت یہاں چند اُمور عرض کیے جاتے ہیں:۔

نیت...... یہ دل میں ہی ارادے سے ادا ہوجاتی ہے لیکن زبان سے نیت کرنا مستحب ہے اکثر لوگ امام صاحب سے سن کر الفاظ دہراتے ہیں یہ بھی صحیح ہے اس کی وجہ فقیر نے اپنے رسالہ میں تفصیل سے عرض کردی ہے۔

ثناء و دُرود و دعاء......ان کے متعلق خصوصی الفاظ مقرر نہیں جو الفاظ ثناء دُرود دعا بھی پڑھ لے گا سنت غیر مؤکدہ یا مستحب پر عمل ہوجائے گا۔ خاص الفاظ وغیرہ کا پڑھنا ضروری نہیں ہے۔ البتہ منقول و مروی ثناء و دُرود و دعا کا پڑھنا افضل ہے۔

وجل ثناءک......احناف کے نزدیک جنازہ میں جو ثناء پڑھی جاتی ہے وہ وہی ہے جو غیر مقلدین پڑھتے ہیں مگر احناف تھوڑا اضافہ "وجل ثناءک" بھی کرتے ہیں اور یہ جملہ غیر مقلدین نہیں پڑھتے۔ بلکہ وہ احناف پر اعتراض بھی کرتے ہیں کہ ثناء کا یہ جملہ بے دلیل اور بے ثبوت ہے۔ یہ ان کی ہٹ دھرمی اور تعصب کی واضح دلیل ہے کیونکہ وجل ثناءک کا جملہ احادیث کی معتبر کتابوں میں موجود و مذکور ہے۔ مصنف ابن شیبہ اور حافظ ابو شجاع نے اپنی تصانیف میں اس کو ذکر کیا ہے اور یہ ثناء فی الجملہ جناب ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے۔

روی فی الجملة عن ابن عباس فی حدیث طویل من قوله ذکره ابن ابی شیبة وابن مردویة فی کتاب الدعاء له ورواه الحافظ ابو شجاع فی کتاب الفردوس عن ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنه من احب الکلام الی اللہ عزّوجل ان یقول العبد سبحانك اللهم وبحمدك و تبارك اسمك و تعالیٰ جدك و جل ثناءك ولا اله غیرك جناب ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے اور ان ابی شیبہ اور ابن مردویہ اور حافظ ابو شجاع حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا کہ کلام یہ ہے کہ یوں کہے: سبحانك اللهم وبحمدك و تبارك اسمك و تعالیٰ جدك و جل ثناءك ولا اله غیرك (فتح القدیر، ج ۱ ص ۳۰۳)

نمازِ جنازہ میں دُرود شریف

دُرودِ ابراہیمی پڑھ لیا جائے تو بھی جائز ہے اور جو الفاظ احناف میں مروج ہیں وہ بھی پڑھے جائیں تو ان کا بھی احادیث میں ثبوت موجود ہے۔

و سلمّت ...... اس جملہ کیلئے حضرت علامہ یوسف نبہانی المتوفی ۱۳۳۵ھ سعادۃ الدارین ص ۲۳۱ میں لکھتے ہیں کہ اللھم وسلم علیٰ محمّد کما سلمت علیٰ ابراھیم و علیٰ آل ابراھیم انک حمید مجید رواہ ابن مسدی علی ابن ابی طالب یعنی یہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا قول وحدیث ہے۔

و رحمت ...... یہ جملہ بھی حدیث میں ہے چنانچہ مروی ہے: وارحم محمدا و آل محمد کما رحمت علیٰ ابراھیم و علیٰ آل ابراھیم انک حمید مجید ...... رواہ ابن جریر عن ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ (سعادۃ الدارین، ص ۲۳۰)

و ترحمت ...... یہ جملہ بھی حدیث میں ہے چنانچہ مروی ہے: وارحم محمدا وآل محمد کما صلیت و بارکت وترحمت علیٰ ابراھیم وعلیٰ آل ابراھیم انک حمید مجید ...... رواہ الحاکم عن عبد اللّٰہ بن مسعود رضی اللّٰہ تعالیٰ عنہ (سعادۃ الدارین، ص ۲۳۰)

فائدہ...... ان جوابات سے واضح ہے کہ سلمت کا اضافہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ثابت ہے اور رحمت کا اضافہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے اور ترحمت کا اضافہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے ثابت ومروی ہے۔ لہٰذا ثابت ہوگیا کہ احناف کے ہاں نمازِ جنازہ میں جو وجل ثناء ك اورسلمت ، رحمت اور ترحمت کے الفاظ پڑھے جاتے ہیں وہ احناف کی ذاتی ایجاد واختراع نہیں بلکہ اصحابِ رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم حضرت علی مرتضیٰ، حضرت ابن عباس، حضرت ابن مسعود (رضی اللہ عنہم) سے منقول ومروی ہیں اور اس کو ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے احب الکلام قرار دیا ہے یعنی بہت پسندیدہ کلام۔ لہٰذا مخالفین ومعترضین کا اعتراض مبنی بر جہالت ہے۔

انتباہ...... یہ اضافی الفاظ صرف استحبابی درجہ رکھتے ہیں نہ کہ لزوم جو پڑھے بغیر بھی نماز ہو جاتی ہے مگر غیر مقلدین کا ان کو بدعت یا خلافِ سنت قرار دینا حد درجہ جہالت وحماقت ہے۔

دعائے نمازِ جنازہ

جو دعاء عموماً جنازہ میں احناف کے ہاں پڑھی جاتی ہے یعنی اللھم لحینا و میتنا و شاھدنا و غائبنا الخ یہ دعا بعینہٖ جامع ترمذی، صفحہ ۱۲۲ میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مرفوعاً موری ہے اور سنن ابی داؤد، جلد ۲ صفحہ ۱۰۰ اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے۔ اس کے علاوہ یہ دعا مسند امام احمد اور ابن ماجہ میں بھی موجود ہے۔ (مشکوٰۃ شریف، ص ۱۴۶)

فائدہ...... اسکے علاوہ دوسری کوئی دعاء یا سورۂ فاتحہ بہ ارادہ دعا پڑھی جائے جائز ہے۔ فقیر نے اپنے رسالہ حنفی نمازِ جنازہ لکھ دی ہیں۔

تتمہ ...... رسالہ ھٰذا کا موضوع صرف نمازِ جنازہ ہے سورۃ الفاتحہ کے متعلق غیر مقلدین چونکہ احناف کیساتھ خصوصیت سے ضد رکھتے ہیں اس لئے وہ احناف کے ہر مسئلہ پر اختلاف کر کے غلط سلط طریقہ کے دلائل کھڑے کر دیتے ہیں مثلاً اسی نمازِ جنازہ کے احکام کو دیکھئے اس کی نیت میں اختلاف اس کی ثناء و دُرود و دعاء میں اختلاف اور سورۂ فاتحہ کو واجب کے طور پڑھنے کا اختلاف وغیرہ وغیرہ۔ فقیر نے مذکورہ مسائل کے دلائل احناف قائم کئے اب تتمہ میں چند دیگر مسائل کا ذکر کر کے ان کے دلائل عرض کرتا ہے۔

غیر مقلدین حسبِ عادت احناف کے خلاف نمازِ جنازہ کی ہر تکبیر کے وقت ہاتھ اُٹھاتے ہیں ان پر سوال ہے کہ خصوصیت نمازِ جنازہ کی تکبیرات پر رفع یدین کی صحیح اور صریح حدیث دِکھائیں قیاس تمہارے نزدیک ناجائز ہے۔ اگر پنجگانہ و دیگر نمازوں پر قیاس کیا ہے تو یہ بھی غلط ہے کیونکہ ہم نے دلائل سے تمہیں سمجھا دیا ہے کہ نماز میں رفع یدین کی احادیث ناقابل عمل ہیں یعنی پنجگانہ اور جنازہ میں ایک بار کے سواء رفع یدین بے شمار احادیث صحیحہ اور اقوال مجتہدین وارد ہیں۔ چند ایک بقدر ضرورت حاضر ہیں۔

۱...... عن البرا رضی اللّٰہ تعالیٰ عنہ قال کان النبی صلی اللّٰہ تعالیٰ علیہ وسلم اذا فتتح الصلوٰۃ رفع یدیہ ثم لم یرفعھما حتی یفرغ (ابن ابی شیبہ، ترمذی، ابوداؤد)

حضرت براء رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے۔ حضور پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نماز شروع فرماتے تو ہاتھ اُٹھاتے تھے پھر نماز سے فارغ ہونے تک ہاتھ نہیں اُٹھاتے تھے۔

۲...... حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم صرف پہلی تکبیر میں رفع یدین کرتے پھر کبھی نہ ہاتھ اُٹھاتے تھے۔

۳...... حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ ہمارے پاس رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تشریف لائے اور ہم نماز میں رفع یدین کرتے تھے۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا، کیا ہے ان کو کہ نماز میں رفع یدین کرتے ہیں۔ گویا وہ سرکش گھوڑوں کے دُم۔ نماز میں (ہاتھ نہ اُٹھاؤ) اسکنو فی الصلوٰۃ سکون اختیار کرو۔

نوٹ...... اگر کسی کو اس حدیث پر کوئی اعتراض ہو تو ہم سے رجوع کریں' ان شاء اللہ ہر سوال کا تسلی بخش جواب دیا جائے گا۔

٤...... حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے متعلق ہے آپ نے رفع یدین کرنے والے کو (گویا جن کو ابھی تک رفع یدین منسوخ ہونے کی خبر نہ تھی) دیکھ کر فرمایا: فقال لا تفعل فانہ شئ فعلہ رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ تعالیٰ علیہ وسلم ثم ترکہ ایسا نہ کیا کرو کیونکہ یہ وہ عمل ہے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پہلے کیا تھا پھر چھوڑ دیا۔ (عمدۃ القاری، عینی شرح بخاری سفر سعادت وغیرہ)

حضرت سیّدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا، کیا میں تمہیں نبی پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی نماز پڑھاؤں پھر آپ نے نماز پڑھی۔ اس میں سوائے تکبیر اولیٰ کے کبھی ہاتھ نہ اُٹھائے۔ (جامع ترمذی، نسائی، ابوداؤد)

فائدہ...... امام ترمذی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا ابن مسعود کی یہ حدیث حسن ہے۔ اس پر رفع یدین نہ کرنے والے بہت سے علماء کرام اور علماء تابعین کا عمل ہے۔ اصل الفاظ مندرجہ ذیل ہیں:

قال ترمذی حدیث ابن مسعود رضی اللّٰہ تعالیٰ عنہ حدیث حسن وبہ یقول غیر واحد اھل العلم من اصحاب النبی صلی اللّٰہ تعالیٰ علیہ وسلم والتابعین (ترمذی)

خیال رہے! ابن مسعود (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) وہ صحابی ہیں جو بچپن سے آخر وصال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ رہے ہیں۔ نیز معلوم ہوا ترک رفع یدین بہت سے جلیل القدر حضرات صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا مذہب ہے۔

یہ بھی خیال رہے! اس روایت کے تمام راوی ثقہ (معتبر) ہیں۔ ابن حزم نے اسے صحیح کہا ہے۔ علامہ ہیثمی نے اس کی سند کو صحیح لکھا ہے۔ رفع یدین کے متعلق تحقیق مزید فقیر کے رسالہ (مطبوعہ 'رفع یدین' کا مطالعہ کیجئے)۔

گھر کی گواہی

غیر مقلدین یونہی دیوبندیوں کی عادت ہے کہ آیاتِ قرآن واحادیث دِکھائی جائیں تو تاویلیں گھڑیں گے' احادیث کو ضعیف یا موضوع کہنے کی جرأت کریں گے۔ فقیر کا تجربہ ہے کہ انہیں اپنے بڑوں کی عبارت اور حوالہ دکھایا جائے تو مانتے پھر بھی نہیں لیکن اتنا فائدہ ہوتا ہے کہ خاموش ہو جاتے ہیں اور ان کا جوش ٹھنڈا پڑ جاتا ہے۔

ابن حزم...... یہ ابن تیمیہ سے پہلے گزرا ہے غیر مقلدیت کی راہ اس نے ہموار کی۔ ابن تیمیہ نے اس کے طریقہ کو آگے بڑھایا۔ اسی ابن حزم نے لکھا ہے، نماز جنازہ میں رفع یدین کے بارے میں نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے کوئی چیز ثابت نہیں ہے سوائے تکبیر اولیٰ کے وقت صرف۔ (محلی، ج۳ص۱۳۲)

شوکانی...... تکبیر اولیٰ کے علاوہ تکبیرات کے ساتھ رفع یدین کرنا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے ثابت نہیں ہے۔ لہٰذا مناسب ہے کہ سوائے تکبیر اولیٰ کے دوسری تکبیرات کے ساتھ رفع یدین نہ کیا جائے۔ (شوکانی کی نیل الاوطار، ج۴ص۶۷) غیر مقلدین شوکانی کو بہت بڑا علامہ مانتے ہیں۔

رفع یدین ثابت نہیں سوائے تکبیر اولیٰ کے۔ (حوالہ مذکورہ)

جنازہ میں صرف پہلی تکبیر میں رفع یدین کریں' اس کے علاوہ نہ کریں۔ (کتاب الحجۃ علیٰ اہل مدینہ امام احمد)

حضرت ابن عباس و حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ نبی پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نماز جنازہ میں تکبیر اولیٰ میں رفع یدین کرتے پھر نہ کرتے تھے۔ (دار قطنی)

فائدہ...... دار قطنی کو بھی غیر مقلدین خوب مانتے ہیں۔ اس لئے امام دار قطنی امام ابو حنیفہ کے مخالفین میں سے تھے۔

یہ بالکل ناجائز ہے۔ جو لوگ ایسا کرتے ہیں وہ قیامت میں سخت باز پرس میں ہوں گے بلکہ بہت بڑی سزا پائیں گے یہ گندی عادت چند سالوں سے شروع ہوئی ہے غیر مقلدین تو اس کے عادی مجرم ہیں دوسرے فرقے محض اپنی دوکان چمکانے کیلئے پڑھتے ہیں اس کے عدم جواز کیلئے اتنا کافی ہے کہ صدہا صحابہ کرام علیہم الرضوان نے دوسرے علاقہ جات میں وفات پائی کبھی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا غائبانہ جنازہ پڑھنا کسی صحیح حدیث صریح سے ثابت نہیں ہے خصوصاً ستر (۷۰) صحابہ قرأ علماء شہید ہوئے۔ آپ کو شدید صدمہ بھی ہوا مگر ہرگز ثابت نہیں ہے کہ آپ نے ان ستر شہداء کی غائبانہ نمازیں پڑھیں ہوں۔ اگر عام ہوتا تو رسول کریم، روف الرحیم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے جتنے صحابہ کرام علیہم الرضوان دوسرے شہروں میں انتقال فرماتے' ان کی نمازیں ادا فرماتے مگر ایسا نہ فرماتے۔ ہاں اگر کبھی ایسا کیا تو آپ کی خصوصیت ہے' جس کا حکم عام نہیں۔ درحقیقت وہ بھی غائبانہ نہ تھا بلکہ سامنے میت تھی۔ اس طرح حضرات صحابہ کرام دوسرے شہروں میں وفات پانے والے حضرات کی غائبانہ نمازِ جنازہ نہیں پڑھاتے تھے۔

ازالۂ وہم ...... نجاشی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور معاویہ مزنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی نمازِ جنازہ پڑھی گئی' اس میں مخالفین کو اس کی حقیقت کو سمجھنے میں مغالطہ ہوا ہے۔

جوابات ۱ ...... تحقیق یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے جب نجاشی کی نماز پڑھائی تو جنازہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے سامنے تھا۔

صحیح ابن حبان، نصب الرایہ، جلد۲ صفحہ ۲۸۳ میں ہے کہ وکشف النبی صلی اللّٰہ تعالیٰ علیه وسلم عن سریر النجاشي حتي راه وصلیٰ علیه یعنی نجاشی کا جنازہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر ظاہر کر دیا تھا' آپ نے اسے دیکھا اور نماز پڑھی۔

۲ ...... حضرت نجاشی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا انتقال دارالکفر میں ہوا' ان کی نماز نہ ہوئی تھی۔ اس لئے ان پر نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے نماز خود پڑھی اور یہ آپ کی خصوصیات سے ہے اس پر قیاس نہیں کیا جائے گا جیسے آپ کا چار سے زائد نکاح کرنا' حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بی بی فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے ہوتے ہوئے دوسرے نکاح کی اجازت نہ دینا۔

یاد رہے حضرت امام ابوداؤد سلمان نے اپنی سنن میں اس مذکورہ حدیث کیلئے باب وضع کیا ہے اور منہاج السنۃ میں ابن تیمیہ غیر مقلدوں کے مُسلّم بزرگ نے بھی یہی لکھا ہے۔

باب : الصلاۃ علی المسلم یموت فی بلاد الشرک (سنن ابوداؤد، ص ۱۱۰)

لہٰذا معلوم ہوا یہ نجاشی کی نماز پڑھنا آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خصوصیت کے ساتھ دارلکفر میں وفات پانے کی وجہ سے نیز میت سامنے تھی جیسا کہ گزرا۔ اگر ان وجوہات کو نہ تسلیم کیا جائے تو متعدد صحابہ کرام دوسرے بلاد اسلامیہ میں انتقال کرتے تھے نبی پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اطلاع بھی ہوتی تھی مگر کبھی ان کی غائبانہ نمازِ جنازہ نہ پڑھائی...... کیا وجہ تھی؟

حدیث معاویہ مزنی کا جواب

معاویہ مزنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی نمازِ جنازہ غائبانہ کا حوالہ دیا جاتا ہے۔ وہ حدیث (روایت) ائمہ حدیث مثلاً عقیلی، ابن حبان، بیہقی، ابوعمر، ابن البر، ابن جوزی، امام نووی، ذہبی، ابن الہمام وغیرہ (رحمۃ اللہ علیہم) اس کو ضعیف قرار دیا ہے اور حدیث ضعیف سے فضائل تو ثابت ہوسکتے ہیں مگر احکام ثابت نہیں ہوتے۔

لطیفہ...... غیر مقلدین کی اُلٹی کھوپڑی ہے کہ ہم حدیثِ ضعیف پیش کریں فضائل رسول میں تو انکار کرتے ہیں اور جہاں احکام میں حدیثِ ضعیف غیر مقبول ہے اسے دلیل بنا رہے ہیں۔

حاضر و ناظر کا ثبوت

☆ حدیث میں آیا ہے کہ جنازہ امام الانبیاء علیہ الصلوٰۃ والسلام کے سامنے کردیا گیا تھا یہ غائبانہ نماز نہ تھی۔ (طبرانی شریف، نصب الرایہ، ج ۲ص ۲۸۴)

☆ غزوۂ موتہ کے بارے میں حدیثِ پاک میں آیا ہے کہ حضور سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم منبر شریف پر تشریف فرما ہوئے۔ سب معرکہ جنگ دیکھ رہے تھے۔ شہادت کی خبر دی۔ (بخاری شریف)

آپ نے انہیں اپنی صلوٰۃ سے مشرف فرمادیا اور صحابہ کو فرمایا اس کیلئے استغفار کرو۔ آپ نے منبر شریف پر تشریف رکھتے ہوئے تمام حال بیان کردیا۔ اُترنے کا ذکر نہیں تو جنازہ کیسا۔ اس لئے جن لوگوں نے غائبانہ نمازِ جنازہ سمجھا ہے وہ غلط سمجھا ہے کیونکہ یہاں لفظ صلوٰۃ سے مراد رحمت کی دعا مراد ہے اور فصلی علیه ودعا له میں بھی لطف تفسیری نہیں بلکہ تعمیم بعد تخصیص ہے قرآن پاک بھی فرماتا ہے صل علیهم ان صلوٰتك اور بخاری میں صلی علی آل ابی اوفی قرآن وحدیث میں لفظ صلوٰۃ بمعنیٰ دعا ہے نہ کہ نمازِ جنازہ۔

مذکورہ بالا حدیث میں آپ نے ان کیلئے دعا فرمائی۔ صحابہ نے استغفار کی۔ یہ نہیں کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے صحابہ کو ساتھ لے جا کر جنازہ کی جماعت کرائی۔ علاوہ ازیں حدیث کی سند صحیح نہیں ہے۔ جب اس کی سند ہی صحیح نہیں تو اس سے استدلال کیسا!

غیر مقلدین کے اکابر

اگرچہ غیر مقلدین اپنی ضدی عادت پر نہیں مانیں گے لیکن اتمامِ حجت کے طور فقیر ان کے اکابر کی تصریحات عرض کرتا ہے:۔

☆ ابن تیمیہ نے لکھا ہے کہ جب نجاشی مرگیا تو اس کی جگہ کوئی ایسا آدمی نہ تھا کو اس کی جنازہ کی نماز پڑھے تو فصلی علیه النبی صلی اللہ تعالیٰ علیه وسلم بالمدینة نبی پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مدینہ شریف میں اس پر نماز پڑھی۔ (منہاج السنۃ)

☆ ابن قیم نے لکھا ہے کہ ان صلی علیه حیث مات لم یصل علیه صلوٰۃ الغائب لان الغرض قد سقط المسلمین علیه یعنی اگر اس غائب پر نمازِ جنازہ پڑھی جاچکی ہو تو پھر اس پر نمازِ جنازہ غائبانہ پڑھی جائے کیونکہ مسلمانوں کی نماز ادا کرنے سے فرض ساقط ہوگیا۔ (زاد المعاد ابن قیم، ص ۱۷۷)

ابن ابی تیمیہ کا دست راست غیر مقلدین کا امام ابن قیم ...... ابن قیم نے لکھا، حضور نبی پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا طریقہ مبارکہ نہ تھا کہ میتِ غائب پر جنازہ غائبانہ پڑھتے۔ بہت سے مسلمان فوت ہوئے۔ آپ نے غائبانہ نمازیں نہیں پڑھیں مگر مرنے والا اگر ایسے شہر میں مرے کہ اس پر نماز نہ پڑھی گئی ہو تو پھر جائز ہے۔ جیسا کہ نجاشی کی پڑھی گئی' کیونکہ وہ کافروں کے ملک میں فوت ہوئے تھے' خود مسلمان تھے مگر ان پر نماز جنازہ نہ پڑھی گئی اسلئے اگر نماز پڑھی ہو تو پھر غائبانہ جائز نہیں کیونکہ فرض ساقط ہوگیا۔ یہ خصوصیت تھی۔ (زاد المعاد، ج ا ص ۱۷۷)

حضرت معاویہ لیثی پر نماز کا جواب ...... یہ روایت نماز غائبانہ والی صحیح نہیں ہے۔ نجاشی کے علاوہ غائبین کیلئے منقول نہیں۔ (زاد المعاد ابن قیم)

روپڑی کی گواہی ...... مولوی عبداللہ حافظ محدث روپڑی نے فتویٰ میں لکھا ہے کہ نجازی کا جنازہ نہیں پڑھا گیا تھا' اس لئے غائبانہ جنازہ پڑھا گیا۔ خطابی، مقبلی، ابن تیمیہ نے بھی یہی لکھا۔ امام ابوداؤد نے بھی اس پر باب باندھا ہے۔ اسلئے میں خود جنازہ غائب نہیں پڑھتا۔ (تنظیم اہلحدیث، ۱۱/ جون ۱۹۶۵ء)

بقدرِ ضرورت اتنا کافی ہے۔ مزید تحقیق و تفصیل کیلئے دیکھئے فقیر کی تصنیف غائبانہ نمازِ جنازہ۔

دعاء بعد نمازِ جنازہ

وہابی غیر مقلد اور وہابی دیوبندی اس کے منکر ہیں لیکن اگر میت مشہور شخصیت ہو یا اہل میت سے کوئی دُنیوی غرض ہو تو دعا مانگ بھی لیتے ہیں ان کا مذہب نہیں دُنیوی مقصد ہے اور بس۔ حالانکہ اس کا ثبوت احادیثِ صحیحہ میں ہے اور قرآن کی آیات میں۔

حدیث ۱......رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اذا صلیتم علی المیت فاخلصور له الدعاء اور ابو داؤد جب تم میت پر نماز پڑھو تو پھر خالص اس کیلئے دعا مانگو۔ (مشکوٰۃ)

حدیث ۲......فتح القدیر میں ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے حضرت جعفر کی شہادت کے بعد فصلی علیه رسول الله صلی الله تعالیٰ علیه وسلم و دعا له وقال استغفروا له پس ان پر نماز پڑھی اور ان کیلئے دعا فرمائی اور لوگوں سے فرمایا تم بھی ان کیلئے دعائے مغفرت کرو۔ (امام واقدی نے مغازی میں بھی اسے روایت کیا ہے)۔

حدیث ۳......صحیح بخاری و مسلم میں ہے کہ حضرت سیّدنا عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا انتقال ہوا تو آپ کا جنازہ اُٹھائے جانے (دفن کیلئے) سے قبل لوگوں نے جنازہ کا احاطہ کرلیا اور دعا مانگی۔ خیال رہے احاطہ کرکے نماز نہیں ہوتی بلکہ دعا مانگی جاسکتی ہے۔

حدیث ۴......حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بعد نمازِ جنازہ دعا مانگی۔ (بیہقی شریف)

حدیث ۵......حضرت نعمان امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بھی فرمایا ہے، دفن سے قبل دعا کریں۔ (المیزان الکبریٰ)

نوٹ......غیر مقلدوں کیلئے اتنا کافی ہے۔ اگرچہ مانیں گے نہیں ان کے بڑوں کی دوغلہ پالیسی ملاحظہ ہو:۔

دیوبندی وہابی......بعد نماز جنازہ فاتحہ (دعا) کرنا دُرست ہے، کچھ حرج نہیں ہے۔ (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند، ج ۵۔ سوال ۳۱۳۴)

جنازہ کے بعد صفیں توڑ کر دعاء مانگنا جائز ہے اسی طرح اسی جگہ دعاء کا کوئی ثبوت نہیں۔ (مخزن فضائل و مسائل حصہ اول از مولوی ظفر احمد دیوبندی وہابی) اس کتاب کے مصدقین تقریباً ایک درجن معتبر علماء دیوبند ہیں۔

☆ مفتی کفایت اللہ دہلوی۔

☆ شمس الحق افغانی اپنی تصانیف دلیل الخیرات اور اہلسنّت کے فیصلے (علی الترتیب) میں جواز لکھا ہے۔

☆ فرض نماز کے بعد دعا ہے مگر اجتماعی طور پر ہاتھ اُٹھا کر اور ساتھ مقتدیوں کا آمین کہہ کر دعا کرنا ثابت نہیں ہے یہ بدعت ہے

☆ دفن میت کے بعد ہاتھ اُٹھا کر دعا کرنا منقول نہیں ہے۔ اس لئے چھوڑ دینا بہتر ہے مگر کرنا جائز۔

دوغلہ پن......ناظرین مذکورہ حوالہ جات پڑھ کر سوچیں کہ دیوبندی فرقہ کا کیا مقصد ہے۔ مثلاً

- مولوی ظفر احمد لکھتا ہے: اسی جگہ ثبوت نہیں۔ صفیں توڑ کر مانگنا جائز ہے۔
- برکات احمد وہابی لکھتا ہے: فرض نماز کے بعد دعا ہے۔ ہاتھ اُٹھا کر اجتماعی دعا کرنا بدعت ہے۔
- مولوی اشرف علی صاحب لکھتا ہے۔ دفن میت کے بعد قبر پر ہاتھ اُٹھا کر دعا کرنا ثابت نہیں۔ ترک اولیٰ ہے۔

تھانوی صاحب نے اسی کتاب میں آگے لکھا ہے: دعا کرنا جائز ہے کیونکہ دعا کرنے سے منع نہیں کیا گیا۔

دیوبندیوں کی ایک اور گندی عادت

جہاں ان کا راج ہوگا لیکن کچھ خطرہ محسوس کریں گے کہ کوئی دعاء نہ مانگ لے تو سلام پھیرتے ہی فوراً میت کی چارپائی اُٹھا کر بھاگ نکلیں گے اگر کہیں بس نہیں چلتا لیکن سمجھتے ہیں کہ لوگ کمزور ہیں تو شور مچائیں گے جھگڑا برپا کریں گے کہ نمازِ جنازہ کے بعد دعاء ناجائز ہے حرام ہے وغیرہ۔ جہاں دیکھیں گے کہ میت یا اہل میت یا خود میت مشہور شخصیت ہیں یا سیاسی لیڈر ہیں تو صفوں کو چیر کر مصلی پر بن بلائے امام بن کر بعد نماز جنازہ بڑی لمبی لمبی دعائیں مانگیں گے بعض تو ایک کے بجائے تین تین دعائیں منگواتے دیکھتے جاتے ہیں۔

جنازہ کے آگے نعت خوانی یا کلمہ شریف وغیرہ کا ذکر بالجہر

اس موضوع پر فقیر کا رسالہ مطبوعہ 'نشر الجوائز علی الاذکار امام الجنائز' کا مطالعہ ضروری ہے۔ اصل صورت یہ ہے کہ وہابی غیر مقلد اور وہابی دیوبندی فی سبیل اللہ فساد میں نمبر اوّل پر ہیں۔ سب کو معلوم ہے کہ جنازہ میت کے آگے ذکرِ الٰہی و دُرود شریف و کلمہ شریف پڑھنے سے نزولِ رحمت ہوتا ہے اور میت کو اس سے راحت وسکون نصیب ہوتا ہے اور یہ اُمور مطلقاً قرآن وحدیث وتفاسیر سے ثابت ہیں۔ اللہ کا ذکر ہر حالت میں جائز ہے۔ خواہ جمع ہو کر یا تنہا' بلند آواز ہو یا اخفاء' کھڑے ہو کر یا چلتے' جنازہ ساتھ ہو یا نہ ہو' آیاتِ قرآنیہ واحادیث کے مقتضی پر ذکرِ الٰہی کیلئے جنازہ کیساتھ چلتے منع کی قید اپنی طرف سے لگانا قرآن وحدیث کی تحریف ہے یہ کام مسلمان کیلئے جائز نہیں ہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے جو شخص اللہ کے ذکر سے چشم پوشی کرتا ہے وہ شیطان کا ساتھی ہے وہ شیطانی گروہ سے ہے۔ (پ ۲۸ ع ۱۳۔ پ ۲۵ ع ۴)

☆ حضور سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جنازہ کے ساتھ کثرت سے آواز کے ساتھ لا الٰہ الا اللہ کا ذکر کرتے تھے اور کرنے کی تاکید فرماتے۔ (کنز العمال، ج ۸، نصب الرایہ، جلد ۱ ص ۲۹۲)

☆ ذکرِ الٰہی کے بے شمار فوائد وفضائل ہیں۔ فقیر کا رسالہ ذکر بالجہر پڑھئے لیکن یہ لوگ کارِ خیر سے روکتے پھرتے ہیں اسے کہتے ہیں ملا فی سبیل اللہ فساد۔

قاعدۂ اسلامیہ

حدیث شریف میں ہے جو کام اہل ایمان اچھا سمجھیں وہ اللہ کے نزدیک اچھا ہے۔ظاہر ہے کہ اولیاء اللہ اور مشائخ عظام نے جنازہ کے ساتھ بلند آواز سے ذکر کرنے کو جائز قرار دیا ہے' تا کہ اس سے میت کو تلقین اور فائدہ ہو اور غافلوں (جو دُنیاوی باتوں میں مشغول ہوتے ہیں) کے دِلوں سے غفلت اور سختی و دُنیا کی محبت دُور ہو جائے۔دنیاوی باتوں اور خاموش رہنے سے کلمہ پڑھنا بہتر ہے کیونکہ اس کا مسلمانوں کو اذنِ عام ہے جس وقت چاہیں پڑھے' جو اس کو حرام یا بدعتِ سیہ کہے وہ شریعت سے بغاوت کرتا ہے کیونکہ آجکل لوگ میت کے ساتھ دنیاوی گفتگو کرتے جاتے ہیں۔بہتر ہے کہ جنازہ کے ساتھ ذکر کلمہ شہادت وغیرہ کا ورد کریں۔

مزید تفصیل و تحقیق کیلئے دیکھئے فقیر کا رسالہ نثر الجوائز۔

آخری گزارش...... فقیر نے بلاکم و کاست مسائل کی تحقیق قرآن و حدیث اور فقہ سے عرض کر دی ہے۔اللہ تعالیٰ قبول فرمائے۔

بجاہِ حبیبہ الکریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

ماننا نہ ماننا اختیار بدست مختار

فقط والسلام

مدینے کا بھکاری الفقیر القادری

ابو الصالح محمد فیض احمد اُویسی رضوی غفرلہ

۳ ربیع الآخر ۱۴۲۳ھ۔بروز ہفتہ۔قبل صلوٰۃ العصر